الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

الحمد للہ کہ رسالہ

مولوی معنوی

یعنی

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری

جسکے آخر مین بعض دیگر اولیاء کرام کا تذکرہ بھی مختصر طور پر کیا گیا

بتالیف لطیف

جناب مولانا سید اصغر حسین صاحب حنفی دیوبندی ادام اللہ فیوضہ

محمد شفیع دیوبندی نے چھٹی مرتبہ ۱۳۴۳ھ ہجری مین

دار التدریس و الاشاعۃ دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع کیا

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

فہرست مضامین مولوی معنوی

یہ کتاب اور نیز ہر قسم کی دینی کتابیں پتہ ذیل سے بکفایت مل سکتی ہیں۔

مولوی محمد شفیع ناظم دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ المَلِکِ القُدُّوسِ ذِی الجُودِ وَالکَرَمِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الاَنبِیَاءِ وَزُبدَۃِ الاَصفِیَاءِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الاَکرَمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَ اَولِیَاءِ اُمَّتِہِ الَّذِینَ ھُم خُلَاصَۃُ خَیرِ الاُمَمِ۔

اَمَّا بعد محبان اولیائے خداوندی و دوستاران صلحائے اُمت محمدی صلی اللہ علیہ [و آلہ] واضح ہو کہ تمام متوسلین حضرت رسالتمآب کی محبت عین ایمان ہے۔ وہ متوسلین متع[لقین] آپکے اہلبیت طاہرین ہوں یا صحابۂ کاملین علمائے مجتہدین ہوں یا دوسرے صو[فیاء] اولین و آخرین اصل اور مبدا ان سب کی عقیدت و محبت کا محبت رسول اللہ صلی اللہ [علیہ] وسلم ہے یہ سب ثمرات و فروع ہیں جبتکو ان حضرات سے خلوص نہو سمجھئے کہ آنحضرت صلے [اللہ] علیہ وسلم کی محبت میں نقصان ہے جو حقیقت میں نقص فی الایمان ہے۔ البتہ حد اعتدال سے نہ بڑھنا اور دائرہ شریعت میں رہکر حکم خداوندی کے تابع رہنا ضرور ہے۔ فقیر بضاعت خالی از طاعت و عبادت انہیں حضرات کی محبت و اعتقاد کو زاد آخرت سمجھتا ہے

اُحِبُّ الصَّالِحِینَ وَلَستُ مِنہُم	لَعَلَّ اللّٰہَ یَرزُقُنِی صَلَاحًا

انہیں حضرات کاملین میں حضرت مولانا **محمد جلال الدین رومی** رحمۃ اللہ علیہ معروف بہ مولوی معنوی داخل ہیں آپ کی مثنوی اس طرح مقبول انام ہے

نے احرام باندھا اور مولانا جلال الدین کو بھی ابتدائے عمر ہی میں اس متبرک
احرام کی عزت نصیب ہوئی۔ مکہ معظمہ میں پہونچکر کچھ عرصہ قیام رہا اور حج کے
قاعدے کے موافق تمام ارکان وافعال حج سب لوگوں نے ادا کیے اور طواف
بیت اللہ وادائے مناسک[۱] حج وزیارت حرم محترم نبوی علیہ السلام سے
واپس ہوکر ملک روم کی طرف تشریف لائے۔ چار سال تک آذربیجان میں
رہے جو ایک بڑا صوبہ ہے۔ پھر لارندہ میں قیام کیا یہاں عرصے تک قیام
رہا اور اکثر لوگ آپکے فیوض وبرکات اور کشف وکرامات کے معتقد ہوگئے تھے

قونیہ میں آنا اور مولانا بہاء الدین رح کی وفات

لارندہ میں رہتے ہوئے سات سال گذرے تھے کہ مولانا بہاء الدین کے حالات
سنکر سلطان علاء الدین سلجوقی نے قونیہ میں تشریف لے آنے کی درخواست
کی مولانا بہاء الدین بھی بعض وجوہ سے لارندہ چھوڑنا چاہتے تھے لہذا سلطان
کی فرمائش پر آپ قونیہ آگئے۔ مولانا جلال الدین بھی ہمراہ تشریف لائے جن کی
عمر اسوقت بیس سال کی قریب تھی۔ یہاں آکر تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ مولانا
بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اس دار فانی چھوڑنے اور عالم باقی کا سفر اختیار کرنے
کا حکم آیا اور مولانا جلال الدین کو کسی قدر وصیتیں کرنے کے بعد آپ نے
انتقال فرمایا۔ والد بزرگوار کے انتقال سے مولانا کو نہایت قلق اور رنج ہوا
لیکن صبر کے سوا چارہ ہی کیا تھا۔ مولانا بہاء الدین کے تمام مریدوں اور
دوستوں نے جمع ہوکر مولانا جلال الدین کو والد کی جگہ قائم مقام اور سجادہ

[۱] ہے کہ مولانا اور آپ کے والد صاحب نے ارادۂ حج چھوڑ کر روم کی

نشین کیا اور سب نے مولانا بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ کا ادب و تعظیم ملحوظ رکھکر سر اطاعت خم کیا اور عرض احوال و تحصیل فیض میں مولانا سے دریغ نہ کیا۔ گو مولانا جلال الدین کی عمر اس وقت کچھ زیادہ نہ تھی لیکن کمال علمی و عملی ان میں موجود تھا پوری طرح انکے کمال کا ظہور نہ ہوا تھا۔ اب انکے کمالات ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ اور ہر طرف سے لوگ حلقۂ اطاعت و بیعت میں داخل ہونے لگے۔

مولانا کی شادی اور اولاد

مولانا کے والد ماجد جسوقت مکہ معظمہ سے واپس ہو کر چار سال آذربیجان میں رہنے کے بعد لارندہ میں جاکر مقیم ہوئے ہیں مولانا سن بلوغ کو پہونچ چکے تھے لارندہ کے قیام کی حالت میں سنہ ۶۲۲ ہجری میں جبکہ مولانا کی عمر اٹھارہ سال تھی مولانا بہاء الدین نے آپ کی شادی بھی کردی اور دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ بڑے صاحبزادہ سلطان ولد ہیں جنکا نام دادا کے نام پر بہاء الدین رکھا گیا تھا اور سلطان ولد لقب ہے۔ آپ اپنے دادا کی آرزو اور دعا کے موافق مولانا کی شادی سے نو ہی ماہ بعد سنہ ۶۲۳ ہجری میں تولد ہوئے جبکہ مولانا روم کی عمر اُنیس سال کی تھی۔ جوان ہونے کے بعد جو شخص انکو مولانا کے ساتھ دیکھتا وہ سمجھتا کہ مولانا کے بھائی ہیں۔ یہ بھی اپنے زمانہ کے نہایت کاملین میں سے گذرے ہیں مولانا روم نے انکی بعض مواقع پر بہت تعریف فرمائی ہے ایک روز پیار میں فرماتے تھے کہ اے بہاء الدین ہماری دنیا میں آنے کی بڑی غرض یہ تھی کہ تمہارا ظہور ہو۔ اپنے مدرسہ کی دیوار پر مولانا نے لکھدیا تھا کہ [illegible] الدین مانیک بخت است خوش آمد و خوش میرود مولانا انسے [illegible]

کہ صرف اہل اسلام ہی نہیں بلکہ دیگر مذاہب والے بھی اس سے دلچسپی رکھتے اور لطف اٹھاتے ہیں مگر مولانا موصوف کے حالات بہت کم لوگوں کو معلوم ہیں۔ ان ایام میں چند بار مولانا کا ذکر ہوا تو خیال آیا کہ آپکے کسیقدر حالات اُردو میں لکھدئے جائیں چنانچہ ماہ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ میں یہ حالات ترتیب دیکر آخر میں بعض اُن بزرگو نکے حالات بھی تحریر کر دیئے جو مولانا موصوف کے حالات سے تعلق رکھنے والے ہیں اول تو انسان سراپا خطا و نسیان ہے علاوہ ازیں اس رسالہ کی تالیف کا اتفاق بحالت قیام جونپور ہوا ہے جہاں احقر کے پاس اس قسم کی کتابوں کا ذخیرہ بالکل نہ تھا۔ صرف تین چار فارسی وعربی کی مطبوعہ و قلمی کتابوں کے اعتبار پر یہ مجموعہ تیار کیا گیا ہے۔ لہٰذا اہل کمال سے اُمید ہے کہ جو خطا نظر آئے بمقتضائے اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ عفو و اصلاح فرمائیں یا بطرز مناسب مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ طبع میں لحاظ کیا جائے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ؀

حضرت مولوی معنوی کا نام نسب و ولادت

آپ کا اسم شریف محمد جلال الدین اور لقب خداوندگار تھا۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد بہاء الدین اور سلطان العلماء لقب تھا جو اپنے زمانہ کے مشہور آفاق اولیائے کاملین میں سے تھے۔ آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ اوّل کی اولاد میں ہونے کا فخر حاصل ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح پہونچتا ہے۔ محمد جلال الدین بن محمد بہاء الدین ابن احمد بن محمود بن مودود بن ثابت بن مسیب بن مطہر بن حماد بن عبد الرحمٰن ابن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ مولانا بہاء الدین کی والدہ صاحبہ خراسان کے بادشاہ علاء الدین محمد بن خوارزم کی بیٹی تھیں۔ بادشاہ کو حضرت رسول

مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیارت سے مشرف فرما کر ارشاد فرمایا کہ احمد الحسین خطیبی (یعنی مولانا رومی کے دادا اور مولانا بہاء الدین کے والد) سے اپنی دختر کا نکاح کردو۔ بادشاہ صبح کو نہایت شاداں و فرحاں بیدار ہوا اور مولانا خطیبی کو نہایت اعزاز واحترام سے بلاکر ارشاد نبوی علیہ السلام بیان کیا۔ آپ نے بھی اس مبارک تعلق کو منظور فرمایا۔ بادشاہ نے نہایت مناسب طرز سے مولانا حسین الخطیبی کی شادی اپنی بیٹی سے کردی۔ نو ماہ گذرے تھے کہ حضرت حسین خطیبی کے گھر میں شاہزادی کے بطن سے بیٹا تولد ہوا جس کا نام محمد بہاء الدین رکھا گیا جب محمد بہاء الدین کی عمر دس سال کو پہونچی تو آپ کے والد حضرت حسین بلخی کا انتقال ہو گیا۔ قرآن مجید اور ضروری چیزیں تو حاصل فرما ہی چکے تھے اب محمد بہاء الدین نے دیگر علوم دین کی طرف توجہ فرمائی اور تھوڑی ہی مدت میں ترقی فرما کر محمد بہاء الدین سے مولانا بہاء الدین ہو گئے اور وہ اعلے کمال حاصل کیا جس کا بیان نہیں ہو سکتا اسی کے ساتھ مدارج باطنی کو بھی طے فرمانا شروع کیا اور حضرت شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فیض خدمت وصحبت سے (جو اپنے زمانہ کے اولیائے کاملین سے تھے) آئینہ قلب کو نورانی بنانا شروع کیا مولانا بہاء الدین کی شادی ہو چکی تھی اور مولانا جلال الدین رومی جیسا صاحب فضل وکمال بیٹا آپ کے مبارک نصیب میں لکھا تھا۔

مولانا جلال الدین رومی چھ ربیع الاول ۶۰۴ھ ہجری کو بلخ میں تولد ہو کر اپنے باوقار اور ذی عزت باپ کی فرحت ومسرت کا باعث ہوئے۔ خود مولانا بہاء الدین کو بھی اس ولادت باسعادت سے بڑی خوشی ہوئی اور آپکے تمام معتقدین واحباب کو بھی۔ جلال الدین محبت اور پیار کے ساتھ اُس عزت سے پرورش پاتے رہے جو ایسے مقبول انام اور ذی عزت بزرگوں کے بچوں کو حاصل ہوتی ہے چونکہ ہر شخص کا میلان ورجحان ابتداء سے اکثر

اسی قسم کی باتوں کی طرف ہوتا ہے جن کو آئندہ کرنے کے لئے وہ بنایا گیا ہے اور پھر سرپرستی اور سایہ بھی ایسے باپ کا تھا جس کے یہاں علم و عمل کے دریا بہتے تھے اور طاعت و عبادت خداوندی کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا لہٰذا مولانا رومی کو شروع ہی سے علم سے مناسبت اور عبادت خداوند کی طرف رغبت تھی۔

ترکِ وطن ۔ سفرِ بیت اللہ ۔ واپسی روم

اس زمانہ میں مولانا روم کے والد ماجد اپنے دینی کمال اور تقرب خداوندی کیوجہ سے مرجع خلائق ہو رہے تھے ۔حضرت شیخ نجم الدین کے اعلےٰ درجہ کے خلفا میں شمار ہوتے تھے اور خواب میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تشریف لاکر سلطان العلماء کا معزز خطاب دیکر عزت بخشی تھی۔ ادنےٰ اعلےٰ خواص و عوام آپ کی طرف رجوع کرتے تھے ۔ بڑے بڑے اولیا آپ کی زیارت کو آتے اور اکابر علما آپ کی صحبت و ملاقات کو غنیمت سمجھتے امرا اور رؤسا کے رجوع کا تو پوچھنا کیا ہے ۔ آپ کا یہ جاہ و جلال اور قبولیت عامہ دیکھکر بعض ہمعصر حسد کرنے لگے اور کچھ علمی اختلاف مخالفت کا بہانہ بنگیا اس لئے درپئے آزار ہوئے اور بادشاہ تک شکایات پہونچاکر اس فکر میں رہنے لگے کہ کسی طرح مولانا بہاء الدین کو ذلت ہو مولانا بھی بادشاہ کی طرف سے مطمئن نہ رہے اور چونکہ ایک نہایت تجربہ کار اور دور اندیش شخص تھے انھوں نے اب بلخ میں رہنا ہی مصلحت نہ سمجھا۔ اور اپنے بعض مخلصین و متعلقین کو ہمراہ لیکر سفر کا ارادہ کیا اور بغداد کو گذرتے ہوئے مکہ معظمہ جانے اور حج بیت اللہ و زیارت روضہ منورہ سے مشرف ہونے کا قصد کرکے وطن چھوڑ کر چلدئے ۔ بعض خیر خواہ و معتقدین مانع بھی ہوئے مگر آپ نے سفر ہی کو مصلحت سمجھا۔ مولانا روم کی اسوقت

تھوڑی عمر تھی آپ بھی اپنے بزرگ باپ کے ساتھ شریک سفر ہو کر وطن سے چلے
بغداد میں اُسوقت شیخ المشائخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا دریائے
فیض جوش مار رہا تھا اور طالبانِ حق کی جماعت خدمت میں پڑی ہوئی تھی۔ ہر
ادنٰے اعلےٰ کو اُس کے رتبہ کے موافق نفع پہونچتا اور کوئی آپ کے پاس سے
خالی نہ جاتا تھا۔ جب مولانا بہاء الدینؒ کا مختصر مجمعہ بغداد پہونچا تو بعض لوگوں نے
ان کو نووارد دیکھکر پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں کس طرف جاتے
ہیں۔ مولانا بہاء الدینؒ نے جواب دیا کہ مِنَ اللّٰہِ وَاِلَی اللّٰہِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ
اِلَّا بِاللّٰہِ (یعنی خدا کے یہاں سے آئے اور اُسی کی طرف جاتے ہیں اور
بدون خدا کی اعانت کے نہ کہیں پھر سکتے اور نہ جا سکتے ہیں اور نہ کسی کام کی قوت
ہے) سوال جواب کرنے والوں میں کوئی شیخ شہاب الدینؒ کے مرید بھی تھے انہوں
نے جاکر یہ حال شیخ کی خدمت میں عرض کیا شیخ نے سنتے ہی فرمایا کہ اور کوئی
نہیں یہ تو بہاء الدین بلخی معلوم ہوتے ہیں یہ کہکر مریدوں کے مجمع کو لیکر استقبال
کے لئے تشریف لیچلے جب سامنے پہونچے تو حضرت شہاب الدین سواری سے
نیچے اوتر گئے اور مولانا بہاء الدین کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ خانقاہ میں تشریف
لے چلئے مگر مولانا بہاء الدین نے فرمایا کہ ہمارے لئے مدرسہ میں قیام کرنا مناسب
معلوم ہوتا ہے لہذا مدرسہ مستنصریہ کی طرف بڑھے اور حضرت شیخ بھی ہمراہ چلے
مدرسہ میں پہونچکر جب مولانا نے موزہ اتارنا چاہا تو حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے موزہ
کھینچکر نکالا۔ دو تین روز مولانا بہاء الدین مع صاحبزادہ جلال الدین رومی و دیگر
متوسلین وہیں حضرت شیخ کے مہمان رہے اور مدرسے ہی میں قیام رہا چوتھے روز
حضرت شیخ سے رخصت ہو کر اصل مقصود یعنی مکہ معظمہ کو راہی ہوئے۔ مکہ معظمہ کے قریب جب
اُس حد پر پہونچ جاتے ہیں جہاں سے احرام حج باندھنا ضروری ہے تو مولانا بہاء الدینؒ اور متعلقین

تھے کہ اَنْتَ اَشْبَہُ النَّاسِ بِیْ خَلْقًا وَّخُلُقًا (یعنے صورت و سیرت میں
سب سے زیادہ مجھسے تم مشابہ ہو) بہاء الدین نے علاوہ اپنے والد مولانا روم کے
فیض صحبت حاصل کرنے کے سید برہان الدین محقق ترمذی رح اور مولانا صلاح الدین
قونوی کی جو سلطان ولد کے خسر بھی تھے بڑی خدمتیں کر کے کمال حاصل کیا ہے
مولانا جلال الدین کی وفات کے بعد مولانا حسام الدین نے بہت اصرار سے چاہا
کہ صاحبزادۂ بہاء الدین کو مولانا کا خلیفہ بنا کر خود خدمت میں رہیں لیکن سلطان ولد
نے ہرگز نہ مانا بلکہ مولانا حسام الدین کو قائم مقام اور خلیفہ مانکر دس برس سے زیادہ
اُن کی خدمت میں رہکر کمالات باطن میں ترقی کرتے رہے اپنے والد کے پیر و مرشد
حضرت شمس الدین تبریزی کی صحبت و خدمت سے بھی بہرۂ وافی حاصل کیا ہے
ایک دفعہ دمشق سے مولانا شمس تبریزی کے بلانے کے لئے انہیں کو بھیجا تھا۔ اُنکو
روم سے بھیجا اور کچھ روپیہ ساتھ کر دیا کہ دمشق میں پہونچکر فلاں مسافر خانے میں جاکر
تلاش کرنا مولانا ایک فرنگی کے لڑکے کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہونگے۔ دیکھنا ہرگز
بداعتقادی کو دل میں نہ آنے دینا کیونکہ مولانا نے ایک مصلحت سے اپنی حالت کو
چھپا رکھا ہے۔ سلطان ولد باپ کے ارشاد کے موافق چند ہمراہیوں کے ساتھ روانہ
ہوئے اور دمشق میں اُسی نشان پر پہونچے دیکھتے ہیں کہ حضرت شمس الدین لڑکے
کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ بہاء الدین نے مع اپنے ہمراہیوں کے نہایت ادب
و تعظیم سے ملاقات کی اور سر نیاز مولانا کے سامنے خم کیا۔ لڑکا جو مولانا کے کمال
سے ناواقف تھا بہت متعجب ہوا اور حضرت شمس الدین کا حال معلوم ہونے
کے بعد نہایت شرمندہ ہوکر اپنی سابقہ گستاخیوں کی معافی کا طالب ہوا اور مسلمان
ہوگیا۔ چاہتا تھا کہ جو کچھ مال و متاع رکھتا ہے سب لٹا دے مگر شمس تبریزیؒ نے منع فرمایا
اور اپنا خلیفہ بنا کر فرنگستان کو رخصت کر دیا کہ جاؤ وہاں لوگونکو ہدایت کرو اور طالبان

حق کو راہ بتلاؤ تم اسی ملک کے قطب ہو۔ سلطان ولد نے مولانا رومی کی فرمائش کے بموجب حضرت شمس تبریزی کے پاپوش میں وہ روپیہ جو ساتھ لائے تھے ڈالدیا اور پاپوش کو روم کیطرف سیدھا کر کے رکھدیا (جو روم میں تشریف لیچلنے کی درخواست کا اشارہ تھا) اور زبانی بھی عرض کیا کہ روم کے تمام مخلص و معتقد لوگ اور خود مولانا جلال الدین ازحد تشریف آوری کے منتظر اور نور جمال مبارک کے مشتاق ہیں حضرت نے قبول فرماکر ارادۂ سفر فرمایا۔ سلطان ولد جو گھوڑا ہمراہ لائے تھے اسپر زین لگاکر خدمت میں لے گئے اور حضرت کو سوار کرادیا۔ اور خود پیادہ ہمرکاب ہوئے تھوڑی دور چلکر حضرت شمس الدینؒ نے فرمایا کہ بہاء الدین تم بھی سوار ہوجاؤ عرض کیا کہ یہ کہاں مناسب ہے کہ بادشاہ اور غلام دونوں برابر سوار ہوں دمشق سے قونیہ تک برابر پیادہ آئے اور حضرت شمس الدین تبریزی کی تمام راستہ نہایت خلوص سے خدمت کرتے رہے حضرت انکی خدمت سے نہایت ہی مسرور ہوتے تھے اور قونیہ میں پہونچنے کے بعد جب مولانا جلال الدین سے ملاقات ہوئی تو سلطان ولد کی ہر ہر بات کو بیان کرکے تعریف فرماتے جاتے تھے۔ اور خوشی ظاہر فرماتے تھے۔ مولانا روم اپنے صاحبزادے کی سعادتمندی اور مرشد کی خدمت و رضاجوئی سے نہایت مسرور ہوئے اور بیٹے کو دعائیں دیں اور پہلے سے زیادہ نظر عنایت و شفقت رکھنے لگے حضرت شمس تبریزیؒ فرماتے تھے کہ ہمارے پاس دو چیزیں تھیں سَر اور سِرّ (اسرار الٰہی) سِرّ کو مولانا جلال الدین کے لئے فدا کرتے ہیں اور سَر کو بہاء الدین کو دئیے دیتے ہیں۔ اگر بہاء الدین کو عمر نوح (علیہ السلام) بھی ملتی اور راہ خداوندی میں مجاہدہ و ریاضت کرتے تو وہ کمال حاصل نہ ہوتا جو روم سے قونیہ تک میرے ہمراہ رہ کر حاصل ہوا۔ سلطان ولد کہتے ہیں کہ والد صاحب نے ایک دفعہ مجھکو نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ بہاء الدین اگر ہمیشہ بہشت و راحت میں رہنا چاہتے ہو تو سب

کی خیر خواہی و دوستی اختیار کرو کسی سے کینہ نہ رکھو ؎

بیشی طلبی زہیچکس بیش مباش	چوں مرہم و موم باش چوں نیش مباش
خواہی کہ زہیچکس گزندے نرسد	بدگو و بدآموز و بداندیش مباش

یہی اخلاق تھے جن کو اختیار کرنے سے پیغمبران خداوندی کی دنیا تابع ہوجاتی تھی اور تمام لوگ اُن کے بندۂ احسان بنکر اُنکی طرف کھنچ آتے تھے۔ سلطان ولد اپنے والد صاحب کے کلام کو نہایت خوبی سے عمدگی سے پڑھتے اور لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ مدتوں یہی شغل رہا۔ خود اُن کی تصنیف سے بھی حکیم سنائی کی کتاب حدیقۃ الحقیقۃ کے طرز پر ایک مثنوی ہے۔ جس میں بہت سے اسرار و نکات تصوف کے بیان کئے ہیں۔ مولانا جلال الدین نے انکے بالغ ہوجانے پر انکی شادی اپنے خاص خلیفہ شیخ صلاح الدین قونیوی کی بیٹی سے کی تھی جس سے اولاد بھی ہوئی ۷۱۲ھ ہجری میں دسویں رجب کو شنبہ کی شب میں نواسی برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ خدا تعالےٰ رحمت فرماوے خود بھی صاحب کمال اور حضرات اہل کمال کی اولاد تھے۔ وفات سے پہلے یہ شعر پڑھتے تھے ؎

امشب شب آلنست کہ بینم شادی	دریابم از خودی خود آزادی

مولانا جلال الدین کے دوسرے بیٹے علاء الدین تھے جو مولانا بہاء الدین سے چھوٹے تھے انھوں نے جوان ہوکر باپ کے پیر و مرشد مولانا شمس تبریز کو اپنے ہاتھ سے شہید کرنے کا ایسا بدنما داغ اپنے اوپر لگایا کہ سب بُرائی سے یاد کرتے ہیں۔ مولانا شمس الدین کے قتل کے بعد ہی سے انکو ایسا مرض لگا کہ جانبر نہو سکے اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۶۴۵ھ ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ گناہ تو بہت بڑا کیا ہے مگر کیا عجب ہے کہ مولانا شمس تبریز وغیرہ حضرات ان کا قصور معاف فرمادیں اور خدائے تعالےٰ مغفرت فرمائے ۔

مولانا روم کی ظاہری باطنی تعلیم و تربیت اور اسی قسم کے تمام حالات

اگرچہ حقیقی اور واقعی طور پر تو مولانا جلال الدین کو کسی تعلیم و تربیت کی ضرورت نہ تھی خدا تعالیٰ نے اُنکو اپنے خزانۂ غیب سے علوم عطا فرما کر کامل بنایا تھا ؎

ہر کرا باشد مربی خود اللہ		گو کہ تربیت ز غیر حق مخواہ	

لیکن ظاہری طور پر بھی انکو اپنے والد حضرت مولانا بہاء الدین کے سایۂ فیض اور شفقت پدری سے زیادہ اچھا مربی کون ملسکتا تھا۔ بلخ کو چھوڑ کر سفر اختیار کرنے اور بالآخر قونیہ میں آنے تک آپکے والد مولانا بہاء الدین زندہ رہے اُنکی حیات تک اُنکا فیض صحبت اور سایۂ شفقت مولانا کی تربیت کرتا رہا۔ مکہ معظمہ جاتے ہوئے حضرت مولانا رومی جسوقت اپنے والد کے ہمراہ نیشاپور میں پہونچے ہیں تو حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ کی مجلس میں بھی تشریف لیگئے۔ حضرت عطار نے صغر سنی میں مولانا رومی کی حالت دیکھکر اور کچھ اپنے کمال باطن سے دریافت کرلیا کہ یہ لڑکا ایک زمانے میں مقتدائے وقت اور مظہر انوار خداوندی ہوگا۔ اپنی کتاب اسرار نامۂ مولانا کو نہایت محبت سے دیکر رخصت فرمایا۔ مولانا اُس کتاب کو ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے اور شیخ عطارؒ کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد نو برس تک حضرت سید برہان الدین محقق ترمذی کے انوار و برکات سے مولانا اپنے باطن کو نورانی و منور فرما کر کمال حاصل کرتے رہے[1] سید برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ مولانا بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اوّل درجے کے خلفا اور شاگردوں میں

[1] اس میں اختلاف ہے ۱۲

سے ہیں وطن آپکا ترمذ ہے۔ جس روز مولانا بہاء الدین کی قونیہ میں وفات ہوئی۔ انھوں نے اپنے مریدوں کے مجمع سے ترمذ میں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج ہمارے استاذ (یعنی مولانا رومی کے والد مولانا بہاؤ الدین) دنیا سے رخصت ہوئے۔ پھر چند روز کے بعد ترمذ سے قونیہ پہونچے تاکہ اپنے مرشد زادہ مولانا جلال الدین رومی کی تعلیم و تربیت کریں چنانچہ یہاں پہونچکر مولانا کی تعلیم باطنی کی ترقی میں ساعی ہوئے اور آپ کی خدمت بابرکت میں مولانا رومی نے نو برس تحصیل کمال کے لئے ریاضت اور جہاد نفس کی داد دی۔ اُسکے بعد حضرت شمس الدین تبریزیؒ کی صحبت کا زمانہ آیا جو مولانا جلال الدینؒ کے خاص طور سے مرشد وہادی سمجھے جاتے ہیں اور مولانا اپنے آپ کو اور اپنی مثنوی کو سراسر آئینۂ شعاع شمس تبریزی سمجھتے ہیں اور جن کی نسبت یہ شعر نہایت مشہور ہے ؎

مولوی از خود نہ شد مولائے روم	تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مولانا شمس الدین تبریزؔ کے رہنے والے اور شیخ ابوبکر سلہ باف تبریزیؒ کے خلفا[۱] میں سے ہیں مولانا جلال الدین نے اپنے کلام میں ان الفاظ سے حضرت شمس تبریزیؒ کی تعریف فرمائی ہے:

الاعز[۲] الداعی الی الخیر خلاصۃ الارواح سر المشکوٰۃ والزجاجۃ والمصباح شمس الحق والدین نور اللہ فی الاولین والآخرین:

[۱] بعض لوگونکا قول ہے کہ آپ بابا کمال خجندی کے مرید ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجاسی کے مرید اور شیخ اوحد الدین کرمانی کے پیر بھائی ہیں۔ غالباً شیخ ابوبکر سلہ باف کے مرید ہونگے اور عقیدت وحصول فیض دوسرے صاحبوں سے بھی ہوگا ۱۲

[۲] یعنی صاحب عزت خیر کی طرف بلانے والے ارواح کے خلاصہ نور مطلق کے بھید حق و دین کے آفتاب اولین و آخرین میں خدا تعالےٰ کے نور ۱۲

مولانا شمس الدین اپنے صغر سنی کا حال فرماتے ہیں کہ اُسی عمر میں عشق سیرت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم مجھ پر اسقدر غالب تھا کہ چالیس چالیس روز بے آب و دانہ گذر جاتے کبھی خواہش ہی نہوتی۔ اگر میرے عزیز دینا بھی چاہتے تو میں سر کے اشارہ اور ہاتھوں سے منع کر دیتا تھا۔ آپ اپنے آخر زمانہ میں اکثر سفر و سیاحت میں رہتے اور سیاہ کمبل کا لباس رکھتے۔ جس شہر میں پہونچتے مہمانسرائے میں قیام فرماتے۔ بغداد میں آپ کی ملاقات جب شیخ اوحد الدین کرمانی سے ہوئی تو پوچھا کہ کیا کرتے ہو شیخ نے جواب دیا کہ پانی میں آفتاب کو دیکھتا ہوں (یعنے وجود و نور مطلق کو قیود ذات عدم و ظلمت میں پاتا ہوں) حضرت شمس تبریز نے جواب دیا کہ اگر آپ کی پشت پر دنبل نہیں تو لیٹ کر آفتاب کو آسمان ہی پر دیکھ لیجئے۔ حضرت شیخ مولانا شمس الدین کا یہ جواب سُنکر مولانا کے کمال کے قائل ہو گئے چونکہ مولانا رومی کی ملاقات و صحبتیں مولانا شمس الدین کے ساتھ مقدر ہو چکی تھیں لہذا مولانا اپنے اسی سیر و سیاحت میں قونیہ پہونچے۔ اور حلوائیوں کے محلہ میں فروکش ہوئے۔ مولانا جلال الدین رومی اگرچہ علم ظاہری و باطنی میں کامل تھے لیکن اس زمانہ میں زیادہ توجہ تعلیم و تعلم اور درس تدریس کی طرف تھی بڑے بڑے ذہین اور فاضل لوگ آپ کی شاگردی کو فخر سمجھتے تھے آپ بہت سے علما و طلبا کو ہمراہ لئے ہوئے حلوائیوں کے محلہ میں سے گذرے ہوئے جاتے تھے مولانا شمس الدین رحمہ اللہ نے حلوائی کی دوکان میں سے باہر تشریف لاکر مولانا رومی کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر روکدیا اور پوچھا کہ یا مولانا یا امام المسلمین یہ تو فرمائیے کہ بایزید بسطامیؒ کا مرتبہ زیادہ ہے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اس سوال کی ہیبت سے گویا ساتوں آسمان ٹوٹ پھوٹ گئے اور زمین پہ گر پڑے اور میرے دل سے آگ نکلکر دماغ تک پہونچی اور اُسکا سایہ

عرش تک پہونچتا ہوا معلوم ہوا جب مجھکو کسی قدر سکون ہوا تو جواب دیا کہ حضرت
محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے افضل ہیں۔ آپ کے مقابلہ میں بایزید
کا درجہ کیا ہو سکتا ہے۔ مولانا شمس الدینؒ نے فرمایا کہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ ما عرفناک حق معرفتک۔ (یعنی اے خدا جیسا تجھکو
پہچاننا چاہیئے ہم نہیں پہچان سکے) حالانکہ بایزید فرماتے ہیں کہ سبحانی ما اعظم
شانی انا سلطان السلاطین (یعنی میں پاک ہوں میری شان بڑی ہے۔ میں
سلطان السلاطین ہوں[1]) مولانا جلال الدین نے جواب دیا کہ بایزید کی پیاس کم
تھی جو ایک ہی جرعہ پیکر اپنے سیراب ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک نہایت عظیم پیاس لگی ہوئی تھی اسی واسطے دریا کے
دریا نوش کر گئے پھر بھی کم نہ ہوئی اور پیاس پیاس پکارتے رہے۔ مولانا شمس الدین
یہ جواب سنکر بہت خوش ہوئے اور نعرہ مارکر زمین پر گر گئے۔ مولانا روم یہ حال
دیکھکر سواری سے اُترے اور شاگردوں سے کہا کہ انکو اُٹھا کر مدرسہ میں لے چلو
مدرسہ میں پہونچکر مولانا نے حضرت شمس الدین کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ جب حضرت
کو ذرا افاقہ ہوا تو مولانا نے کہا اُٹھیے تب حضرت شمس الدین نے سر اُٹھایا اوسوقت
مولانا شمس الدین تشریف لے گئے اُسکے بعد پھر مولانا رومی کی مجلس میں تشریف
لائے مولانا رومی حوض کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے تھے چند کتابیں سامنے رکھی
تھیں حضرت شمس تبریزؒ نے پوچھا کہ یہ کیا کتابیں ہیں مولانا نے جواب دیا کہ یہ قیل
وقال کا سامان ہے اس سے آپ کو کیا واسطہ۔ حضرت شمس تبریزیؒ نے یہ سنکر
سب کتابیں اٹھا کر حوض میں ڈالدیں۔ مولانا رومی نے نہایت افسوس سے
فرمایا آپ نے غضب کر دیا ایسی نایاب کتابیں ڈبو دیں اب ایسی کتابوں کا

[1] حضرت بایزید نے یہ کلمات محویت اور فنا فی الذات کی حالت میں فرمائے ہیں ۱۲

ملنا دشوار ہے۔ مولانا شمس الدینؒ نے حوض میں ہاتھ ڈالکر ایک ایک کتاب نکالدی
کسی میں بھی نہ پانی لگا تھا نہ حرف خراب ہوئے تھے۔ مولانا رومی نے تعجب سے فرمایا
کہ حضرت کیا بھید ہے۔ حضرت شمس الدینؒ نے جواب دیا عزیزم یہ ذوق وحال ہے
آپ کو اس سے کیا علاقہ۔ جب یہ واقعہ اور پہلا حال حضرت شمس تبریزؒ کے
وجد وحال کا مولانا رومی دیکھ چکے تب مولانا کو نہایت عقیدت و کمال خلوص
حاصل ہوا اور پھر باہم دونوں حضرات شیر وشکر اور بالکل دوستانہ رہنے لگے
لیکن مولانا رومی نہایت ادب وتعظیم حضرت شمس الدین کا ملحوظ رکھتے اور فیوض
وبرکات مثل مریدان خالص حاصل فرماتے چونکہ مولانا رومی اپنے وقت کے
بڑے شیخ سمجھے جاتے تھے اور ہزاروں آدمی آپ کے حلقۂ بیعت میں داخل تھے
لہذا آپ کی حالت کا یہ تغیّر نہایت تعجب سے دیکھا گیا مگر مولانا نے اس کی کچھ
پرواہ نہ کی اور تحصیل مقصود پر نظر رکھی۔ مولانا جلال الدین اور حضرت شمس الدین
مراقبہ اور ذکر وفکر کے لئے ایک خلوت خاص میں رہنے لگے اور صوم وصال[له] رکھ
لیا۔ تین مہینے تک باہر نہ آئے یہ کس کی مجال تھی کہ ان دونوں حضرات کی خلوت
میں جاکر خلل ڈالتا یا باہر آنے کا تقاضا کرتا۔ اسکے بعد مولانا رومی عرصۂ دراز
تک مولانا شمس الدین کی خدمت وصحبت کی برکت سے تقرب الی اللہ کے
اعلےٰ مدارج طے فرماتے رہے۔ حضرت شمس الدینؒ نے مولانا رومی کو طرح طرح
سے آزمایا اور بار بار امتحان لیا مگر ہمیشہ انکو کامل العقیدت اور مخلص تام و
مرد کامل پایا۔ مولانا شمس الدین کی تشریف آوری کے بعد اپنی تمام توجہ مولانا رومی
نے آپ کی خدمت کیطرف مائل کردی تھی اور اپنے مریدونکو فیض رسانی وارشاد
کا شغل چھوڑ دیا تھا اس سے اکثر ظاہر بین مرید بہت برہم ہوئے اور وہ ہجوم

[له] چند روز اسطرح روزہ رکھنے کو کہ رات کو بھی افطار نہ کریں صوم وصال کہتے ہیں ۱۲

ورجوع معتقدان کا کم ہوگیا۔ چونکہ مولانا شمس الدین کی تشریف آوری اسکا باعث سمجھی جاتی تھی لہذا بعض نافہم لوگ مولانا شمس الدین سے عداوت قلبی رکھنے لگے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح حضرت یہاں نہ رہیں تو مولانا رومی کی وہ توجہ اور عنایات بحال مریدان جو پہلے تھی پھر قائم ہو جائے۔ اور ہجوم ورجوع خلائق بدستور سابق ہو جائے۔ انہیں نافہم لوگوں میں مولانا رومی کے فرزند ناخلف علاؤ الدین بھی تھے جب کوئی صورت حضرت شمس الدین کے تشریف لیجانے اور مولانا کی علیحدگی کی نہ دیکھی تو ان لوگوں نے باہمی مشورہ سے حضرت شمس الدینؒ کو قتل کرنا چاہا۔ آپ کی قسمت میں شہادت کی عزت لکھی تھی اسلئے ان لوگوں کی تدبیر کارگر ہوگئی۔ ایک دفعہ شب کو مولانا جلال الدین رومی اور حضرت شمس الدین خلوت میں بیٹھے تھے ایک شخص نے باہر سے حضرت کو اشارہ کیا کہ یہاں تشریف لائیے حضرت نے مولانا جلال الدین سے کہا کہ مجھکو قتل کے لئے بلاتے ہیں چونکہ مدت قیام سرائے دنیا تمام ہو چکی ہے لہذا جانا ضرور ہے مولانا رومی نے بڑی دیر کے بعد حسرت سے فرمایا کہ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ (یعنی پیدا کرنا اور مارنا سب امور خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہیں پاکی ہے خدائے رب العالمین کو) غرض حضرت شمس الدین باہر تشریف لائے یہاں سات شخص مسلح آپ کے قتل کرنے کے لئے کھڑے تھے مولانا رومی کے فرزند نااہل بھی انہیں میں تھے ان لوگوں نے حضرت کے اوپر ایک بہت بڑے چاقو سے حملہ کر کے زخم لگایا۔ حضرت نے ایسا نعرہ مارا کہ سب بیہوش ہو کر گر پڑے تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ صرف خون کے نشان زمین پر باقی ہیں حضرت کے جسم کا وہاں پتہ بھی نہیںؒ[1]۔ یہ آپ کی شہادت کا واقعہ اور حادثہ

[1] یہ ایک قول ہے بعض کہتے ہیں کہ اُن قاتلان نابکار نے آپ کے جسم مبارک کو

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۸)

۶۴۵ سنہ ہجری میں پیش آیا حضرت مولانا جلال الدین کو اس سے ایک نہایت سخت صدمہ پہونچا اور آپ اپنے کامل مرشد کے غم میں نہایت بیقرار رہے۔ جن لوگوں نے حضرت کو شہید کیا تھا اُنپر طرح طرح کی مصیبتیں پڑیں اور سب ہی غارت ہو گئے۔ مولانا رومی کے بیٹے علاءالدین بھی انہیں ایام میں مبتلائے مرض ہوئے اور پھر صحت نہ ہوئی اُسی میں انتقال ہو گیا۔ مولانا رومی ہمیشہ اپنے مرشد کامل کو یاد کرتے رہے اور بالکل انہیں کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اپنے تمام انوار و برکات کو انہیں کی طرف منسوب کرتے ہیں اپنے کلام میں جا بجا انہیں کا ذکر فرماتے ہیں اور کیسے یاد نہ کریں دنیا میں جس سے ذرا سا بھی فائدہ پہونچتا ہے آدمی کو اُسی سے اُنس ہو جاتا ہے مولانا کو تو قرب خداوندی کے درجات اعلےٰ اور علم خداوندی کے فیوض و اسرار انکی برکت سے حاصل ہوئے ہیں خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی کی محبت کا درجہ ہے تو مرشد کامل ہی کی محبت ہے۔ اپنے شیخ و مرشد کی وفات کے بعد عرصہ تک مولانا نے کسی طرف بالکل توجہ نہیں کی مگر بالآخر ارشاد معتقدان و طالبان کا سلسلہ آپ سے جاری ہوا اور آخر حیات تک یہی مشغلہ اور کام رہا اور مولانا صلاح الدین کی صحبت سے مسرور و محفوظ ہو کر نظر عنایت اُن پر مبذول رہی اور اُنکے بعد مولانا حسام الدین سے اتحاد و محبت ہو کر اُنپر شفقت خاص رہی۔ تعلیم علوم ظاہری کی طرف جو توجہ ابتدا میں تھی وہ آخر میں نہیں رہی تھی۔ بالکل اور سراسر مقصود فیوض باطنی تھے۔ مولانا فرماتے تھے کہ مجھکو یہ جسم نہ سمجھنا جو صرف دیکھنے والونکا

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۷) کسی کنوئیں میں ڈالدیا تھا مدت کے بعد حضرت مولانا کو خواب میں معلوم ہوا تو آپ نے اپنے خاص لوگوں کے ہمراہ وہاں سے نکال کر اپنے مدرسہ میں دفن کیا بعض کہتے ہیں کہ جس جگہ مولانا رومی کے صاحبزادے سلطان ولد کا مزار ہے وہیں آپکا مزار مبارک ہے ۱۲

منظور نظر ہو بلکہ میں وہ ذوق وشوق ہوں جو مریدوں کے قلب میں جوش مارتا ہے ایک روز حالت شوق میں فرماتے تھے کہ رباب میں سے ہمکو بہشت کے دروازہ کی آواز آتی ہے اس لیئے مدہوش ہوجاتے ہیں کسی شخص نے بطور اعتراض کے کہا کہ جناب ہم بھی تو وہی آواز سنتے ہیں پھر کیوں مست نہیں ہوجاتے۔ مولانا نے ہنسکر فرمایا کہ تم لوگ جب آواز کو سنتے ہو وہ بہشت کا دروازہ بند ہونے کی آواز ہے۔ اور ہم کھلنے کی آواز سنتے ہیں۔ ایک مرتبہ مولانا حسام الدین نے عرض کیا کہ یا حضرت جب آپ کے معتقدین ومخلصین نہایت ذوق وشوق سے آپ کی مثنوی پڑھتے ہیں تو حاضرین اُس کے انوار وبرکات میں مستغرق ومست ہوجاتے ہیں اُس وقت مجھکو نظر آتا ہے کہ فرشتگان ومحافظان غیب ہاتھوں میں تلواریں لیکر کھڑے ہوتے ہیں جو لوگ خلوص واعتقاد سے نہیں سنتے اور شک وانکار کو دخل دیتے ہیں رقیبان غیب اُن کے دین وایمان کے درخت کی جڑ اور شاخیں سب کاٹ ڈالتے ہیں اور اُس کو کھینچکر جہنم میں پہونچا دیتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ تم نے نہایت درست وصحیح دیکھا فی الحقیقت یہی بات ہے ؎

دشمن این حرف اینذم در نظر	شد ممثل سرنگوں اندر سقر
اے حسام الدین تو دیدی حال او	حق نمودت پاسخ افعال او

علم وفضل اور آپ کا کلام ونصائح

مولانا کے علم وفضل اور اعلے التحقیق کا سب سے بڑا شاہد اور سب سے زیادہ روشن دلیل مثنوی ہے جس سے مولانا کی وہ وقعت اور دستگاہ ظاہر ہوتی ہے جو انکو علم تفسیر

وحدیث عقائد وتصوف اور دیگر تمام علوم میں حاصل ہے۔ آیات قرآنی کی شرح جس
خوبی سے کرتے ہیں وہ اُنہیں کا حصّہ ہے۔ رموز ونکات کلام باری کے حل وبیان
میں جو نیا اور لطیف طرز مولانا کا ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔ ارشادات نبوی علیہ
الصلوٰۃ والسلام کا محمل اور منشا جیسے وہ سمجھاتے ہیں دوسرے کا کام نہیں۔ عقائد و
تصوف کے باریک ودقیق مسائل کو بیان کرکے واضح وصاف مثالوں سے ذہن نشین
کرانے میں جو کمال آپ نے کیا ہے وہ دوسرا نہیں کرسکتا۔ ضروری اور مفید نصائح
جن کو جوامع الکلام کہنا بیجا نہ ہوگا معمولی حکایات کے ضمن میں جسطرح مولانا دل
میں بٹھلا دیتے ہیں ایسا کون کرسکتا ہے۔ عام نصائح جس کثرت کے ساتھ
مثنوی میں موجود ہیں شاید ہی کسی کتاب میں ہوں اور خاص صوفیانہ امثال
ونصائح کا تو مثنوی کو خزانہ سمجھئے۔ کبھی عالم آخرت کا وہ نقشہ کھینچتے ہیں کہ گویا
آنکھوں سے دکھلا دیا اور دنیا جو صوفیا کی نظر میں کچھ ہے ہی نہیں اُس کی بے
ثباتی دکھلانے پر آتے ہیں تو اتنا بڑا کارخانۂ عالم دیکھنے والے کی نظر میں کالعدم
ہوجاتا ہے۔ مولانا کی کتاب کی اسی جامعیت اور حسن نے سب کی زبان سے
یہ کہلوا دیا ہے ؎

مثنوی مولوی معنوی	ہست قرآں در زبان پہلوی

مولانا کی مثنوی کا اعلےٰ رتبہ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات نے اسکو
صحیح بخاری سے تشبیہ دیکر فرمایا ہے کہ گو فن دو ہیں اور غرض وطرز علیحدہ ہیں مگر
جامع الفنون ہونے میں جو پایہ امام بخاری کی کتاب کا ہے جامعیت علوم مختلفہ
کے اعتبار سے وہی بات مثنوی کو حاصل ہے۔ مثنوی میں ایسے بھی بعض پیچیدہ
مضامین ہیں جو بظاہر قواعد شرع کے خلاف نظر آتے ہیں لیکن علما نے اُن کے
مطالب کو نہایت خوبی سے حل کرکے بتلا دیا ہے کہ مولانا کا ایک حرف بھی قانون

شرع اور عقائد اسلامیہ کے خلاف نہیں یہ سب ہماری نظر کا قصور ہے کہ خلاف نظر آتا
ہے البتہ بعض حضرات نے مولانا کے مضامین کو ظاہر شرع کے خلاف ہی ثابت رکھکر
کہاہے کہ یہ دوسری بات ہے اسے علمائے ظاہر کیا جانیں لیکن یہ اُنکی غلطی ہے کہ
جس کتاب کو "ہست قرآں در زبان پہلوی" کا خطاب ملگیا ہو وہ کوئی مضمون خلاف
شرع اپنے اندر رکھتی ہو۔ جیساکہ مولانا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے یہ کتاب حضرت
شمس تبریز کا فیض ہے اور لکھی گئی ہے حضرت حسام الدین کی آرزو اور استدعا
سے مولانا نے جابجا حضرت شمس تبریز کا ذکر اور اُنکی طرف اشارہ کرکے یہی ثابت کیا
ہے کہ یہ سب مضامین و معانی دقیقہ حضرت ہی کے فیوض باطنی کا اثر ہیں۔ مشہور ہے
کہ جس زمانہ میں حضرت شمس تبریزی باباکمال خجندی کی خدمت میں رہتے تھے
اُنہیں ایام میں اپنے مرشد شیخ بہاء الدین رح کے فرمانے سے مولانا فخر الدین عراقی
بھی باباکمال رحمہ اللہ کی خدمت میں موجود تھے حضرت شمس الدین اور مولانا فخر الدین
دونوں مجاہدے اور مراقبے اور ریاضتیں کرتے تھے۔ شیخ فخر الدین کو جو کچھ واردات
غیبی اور فتوح و فیوض من جانب اللہ حاصل ہوتے وہ اُنکو نہایت عمدہ مضامین
اور نظم و نثر کے پیرایہ میں لاکر باباکمال رح کے پیش کردیتے جس سے باباصاحب
نہایت مسرور ہوتے لیکن حضرت شمس الدین اپنے واردات و کشف وغیرہ کو ظاہر
نہ کرسکتے تھے عالم سکوت میں رہتے۔ ایک دفعہ باباکمال رح نے پوچھاکہ بیٹا شمس الدین
کیا تم کو اس قسم کے امور پیش نہیں آتے اور فیوض حاصل نہیں ہوتے جیسے عزیز
فخر الدین کو حاصل ہوتے ہیں حضرت شمس الدین نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے
انفاس قدسیہ اور صحبت سراپا برکت کے طفیل سے ایسے امور متبرکہ اور کشف و
فیوض صادقہ تو بندہ کو مولانا فخر الدین سے بھی زیادہ حاصل ہوتے رہتے ہیں لیکن وہ
بعبارت شستہ و اسلوب شایستہ اوسکو حضور والا میں ظاہر کرسکتے ہیں اور بندہ اس سے

قاصر ہے۔ بابا کمال رحمۃ اللہ نے دعا دیکر فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمکو کوئی ایسا رفیق و مصاحب عطا فرماوے کہ فیضان و علوم خداوندی کے چشمے اُسکے دل سے جاری ہو کر بصورت کلام زبان سے سرزد ہوں اور اولین و آخرین کے اسرار معرفت اور حقائق نبوت و ولایت کو تمھارے نام سے ظاہر کرے۔ حضرت بابا کمال رحمۃ اللہ علیہ کی دعا شمس تبریزیؒ کے لئے ایسی مقبول ہوئی کہ مولانا جلال الدین کو خدا تعالیٰ نے شمس تبریزؒ کی زبان بنا کر وہ معارف و اسرار بیان کرا دئے جو بدون امداد غیبی اور بلا فتوح واہب حقیقی خیال ہی میں نہیں آسکتے مولانا جلال الدین کے زمانہ میں اصحاب فقر و تصوف اور خود مولانا کے دوستوں اور مریدوں کو بھی شیخ فریدالدین عطارؒ کی کتاب منطق الطیر و مصیبت نامہ اور حکیم سنائی کے الٰہی نامہ سے بہت انس تھا برابر اپنے جلسوں میں انکو پڑھکر لطف اُٹھاتے اور جب درویشوں کے حلقے جمتے تو انھیں کو سُنکر ذوق و شوق پاتے۔ ایک روز مولانا حسام الدین کو خیال آیا کہ اگر مولانا جلال الدین اس طرز پر کچھ معارف و اسرار نظم فرما دیں تو عجیب و لطیف ذخیرہ اور ارباب شوق کے لئے ایک مشغلہ ہو جاوے۔ دو تین روز عرض کرنے کا اتفاق نہ ہوا۔ اسکے بعد ایک دن موقع پاکر اور مولانا کو بشاش دیکھکر کہا کہ یا حضرت جیسے حکیم سنائی اور فریدالدین عطارؒ اپنے کلام کو ہم لوگوں کے لئے عمدہ مشغلہ بنا گئے ہیں اگر جناب بھی اس قسم کی کتاب جمع فرماویں جسمیں تصوف و فقر کے حقائق اور اصحاب محبت و شوق کی دلچسپی کا سامان موجود ہو تو حضرت کے لئے ایک عمدہ یادگار اور ارباب حال و قال کے لئے ایک بیش بہا ہدیہ ہو کر ہم خدام کے لئے سرمایہ سعادت ہو جائے۔ مولانا نے یہ سُنکر فرمایا کہ جزاک اللہ یا حسام الملۃ خوب تائید کی۔ تمہارے دل میں یہ خیال آنے سے پہلے منجانب اللہ میرے دل میں یہ امر القا کر دیا گیا تھا کہ اس قسم کی کتاب ضرور تصنیف کیجائے چنانچہ یہ چند شعر کل شب کو لکھے گئے تھے

یہ فرماکر ایک پرچہ دستار مبارک سے کھولکر مولانا حسام الدین کے ہاتھ میں دیا جسمیں اٹھارہ شعر لکھے ہوئے تھے اوّل شعر یہ تھا ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند	وز جدائی ہا شکایت می کند

اور آخر شعر یہ تھا ؎

گر نبودی نالۂ نے را ثمر	نے جہاں را پر نہ کردی از شکر

اور فرمایا کہ یہ کام تمھاری توجہ پر موقوف رہیگا جسقدر خیال کرکے آپ لکھواتے رہینگے کتاب تصنیف ہوتی رہیگی۔ اسکے بعد نہایت اہتمام سے مثنوی شریف کا تصنیف کرنا شروع فرمایا اگر کبھی توقف یا دیر ہوتی تو حسام الدین تقاضا کرکے تصنیف کراتے مولانا جلال الدین فرماتے جاتے اور شیخ حسام الدین باادب تمام سامنے بیٹھے ہوئے لکھتے رہتے اور جب مضمون پورا ہوجاتا تو شیخ حسام الدین اُسکو بآواز بلند پڑھکر مولانا کو سُناتے۔ کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا تھا کہ دونوں صاحبوں کو اسی شغل میں رات بھر گذر جاتی چنانچہ ایک دفعہ مولانا کو تصنیف کرتے کرتے اور حضرت حسام الدین کو لکھتے ہوئے صبح ہوگئی تو مولانا نے یہ شعر لکھوایا ؎

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ	عذر مخدومی حسام الدین بخواہ

یعنی اے صبح کے پشت و پناہ اور صبح کے پیدا کرنے والے خدا تعالےٰ آج تو مثنوی کی تصنیف میں صبح ہوگئی اب تو مولوی حسام الدین کے دل میں الہام کرتا کہ اب تصنیف سے معافی دیں[1]۔ دفتر اوّل تمام ہوچکا تھا کہ حضرت حسام الدین کی اہلیہ بیمار ہوئیں اور عرصہ تک بیمار رہنے کے بعد انتقال ہوگیا۔ اس پریشانی میں فرصت نہ ہوئی کہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر لکھواتے اسی وجہ سے عرصہ تک مثنوی کا

[1] ؎ دوسرا مطلب اس شعر کا یہ ہے کہ اے خدا تعالیٰ آج تو مراقبہ ہی میں صبح ہوگئی۔ مثنوی تصنیف نہ ہوئی۔ حسام الدین کے دل میں ڈال کہ وہ معاف کریں۔ مولانا نے براہ تواضع و کسر نفسی مولوی حسام الدین کو اس موقع پر مخدوم کے لفظ سے یاد کیا۔ یہ شعر دفتر اوّل کے اخیر میں ہے ۱۲

تصنیف ہونا اور دفتر دوم شروع ہونا ملتوی رہا دو سال کے بعد جب شیخ حسام الدین کو فرصت ہوئی تو پھر مولانا سے بادب تمام درخواست کی کہ بقیہ مثنوی پورا ہو جائے تو بڑی عنایت ہو۔ مولانا نے قبول فرمایا اور پھر یہ شغل ۱۵ رجب ۶۶۲ھ کو شروع ہوا چنانچہ دفتر دوم کے شروع میں مولانا روم فرماتے ہیں ؎

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد — مہلتے بایست تا خوں شیر شد
تا نزاید بخت تو فرزند نو — خوں نہ گردد شیر شیریں خوش شنو
چوں ضیاء الحق حسام الدین عناں — باز گردانید ز اوج آسماں
چوں بمعراج حقائق رفتہ بود — بے بہارش غنچہا نشگفتہ بود
چوں ز دریا سوئے ساحل باز گشت — چنگ شعر مثنوی باساز گشت
مثنوی کو صیقل ارواح بود — بازگشتش روز استفتاح بود
مطلع تاریخ ایں سودا و سود — سال ہجرت شش صد و شصت و دو بود
بلبلے زینجا برفت و باز گشت — بہر صید ایں معانی باز گشت

اسی طرح اخیر تک مولانا فرماتے رہے اور حسام الدین لکھتے رہے یہانتک کہ کتاب تمام ہوگئی۔ مولانا کی مثنوی کے چھ دفتر ہمیشہ سے مشہور ہیں لیکن اسکے قدیم شارح مولوی اسمٰعیل القروی جنہوں نے ۱۰۳۵ہجری میں اسکی شرح چھ جلدوں میں کی تھی وہ کہتے ہیں کہ شرح کرنے کے زمانہ میں مجھے ایک نسخہ مثنوی کا ۸۱۴ ہجری کا لکھا ہوا ایسا ملا کہ جس میں سات دفتر تھے اور اسکو دیکھنے اور غور کرنے سے مجھے یقین ہوگیا کہ یہ ساتواں دفتر بھی بلاشبہ مولانا کا کلام ہے چنانچہ انہوں نے اس کی بھی شرح کی ہے اور جن لوگوں نے انکار کیا تھا کہ ساتواں دفتر مولانا کا کلام نہیں ہے اُن کے تمام اعتراضوں کے نہایت طویل جواب دیکر کہا ہے کہ تم لوگ مولانا کے اور دوسروں کے کلام میں تمیز نہیں کر سکتے

اس لئے تم کو شبہ ہے۔ اس زمانہ کے بعد بھی ایک بلکہ دو دفتر لوگوں کے پاس پائے گئے ہیں جن کو مولانا کا کلام سمجھا گیا ہے لیکن باریک بیں اور دقیقہ شناس لوگوں نے مولانا کے کلام میں اور ان میں بہت بڑا فرق پایا۔ اصل یہ ہے کہ بہت سے اہل کمال نے مولانا روم کے طرز پر ساتویں اور آٹھویں دفتر لکھے ہیں اور حتی المقدور یہ کوشش کی ہے کہ مولانا کے کلام سے ذرّہ بھر فرق نہ رہے ان میں سے بعض کے مصنّف معلوم ہیں اور بعض کا کلام کم درجہ کا تھا اس لئے فرق دشوار نہ ہوا لیکن جنکے مصنف معلوم نہیں اور کلام اعلےٰ درجہ کو پہونچا ہوا ہے اُس میں اور اصل مثنوی میں بڑے بڑے مبصّروں کو تمیز دشوار ہو جاتی ہے۔ مولانا رومی نے اپنی کتاب کا نام مثنوی بتلا کر یہ بھی فرما دیا ہے کہ اس کتاب کے اور بھی نام ہیں مثلاً سامی نامہ۔ حسام نامہ۔ جلاء الاحزان۔ کشاف القرآن۔ سعۃ الارزاق تطییب الاخلاق۔ اس کتاب کو خدا تعالیٰ نے وہ درجۂ قبولیت عطا فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اس سے کسی نہ کسی طرح دلچسپی ضرور ہے۔ علما و صوفیا ہیں کہ اس کے مضامین پر اور عمدہ نکات پر دلدادہ ہیں ناواقف لوگ ہیں کہ پڑھنے والے کی آواز پر فریفتہ ہو کر مثنوی کا دم بھرتے ہیں یا صرف اشعار کا ترجمہ سُنکر خوش ہو لیتے ہیں واعظ اور ناصح لوگ ہیں کہ اسکے اشعار و امثال سے فیض اُٹھا کر اپنے کلام کو مؤثر بنانا چاہتے ہیں مصنفین ہیں کہ کہیں مولانا کے اشعار کو اپنے مضامین کی سند میں پیش کرتے ہیں اور کسی جگہ صرف زینت کلام اور لطف مضمون بڑھانے کیلئے اس قرآن پارسی (یعنی مثنوی) کے موزوں و مناسب اشعار کو لاتے ہیں ہر زمانہ میں مثنوی کے خاص طور سے معانی بیان کرنیوالے اور تعلیم دینے والے عالم و درویش موجود رہتے ہیں۔ اس

مشکل و دقیق کتاب کی شرح میں ہر زمانہ کے علمانے کوشش کی ہے اور ابتدا سے اس زمانہ تک شروح اور حواشی لکھے گئے ہیں اگرچہ پچھلے زمانہ کی شروح کو جدید شرح کہنا ذرا دشوار ہے کیونکہ اُسمیں وہی پہلے لوگوں کی باتوں کو نقل کر دیا گیا ہے خصوصاً اس زمانہ کی بعض شروح۔ تاہم بعض پچھلے لوگوں نے وہ فوائد اور تحقیقات ایجاد کئے ہیں جو پہلی شروح میں نہ تھے۔ ایک شرح جسکا نام کنوز الحقائق فی الرموز والدقائق تھا ۸۳۶ھ ہجری میں فارسی زبان میں کمال الدین حسین بن حسن خوارزمی نے لکھی اور مولوی مصطفےٰ بن شعبان نے جنکا تخلص سروری تھا اور ۹۶۹ھ میں وفات پائی ہے ایک دوسری شرح فارسی میں لکھی۔ ترکی میں بھی مثنوی کی دو شرحیں مبسوط لکھی گئیں اور ایک مختصر ۱۰۲۵ھ ہجری میں مولوی شیخ اسمٰعیل القروی نے ایک بڑی شرح چھ جلدوں میں لکھکر فاتح الابیات نام رکھا۔ محمد یوسف معروف بہ سینہ چاک نے جنکا انتقال ۹۵۳ھ میں ہوا ہے پوری مثنوی میں سے تین سو ساٹھ شعر اپنے مذاق اور رائے سے انتخاب کر کے اُنکی عمدہ شرح لکھی۔ شیخ علاؤالدین علی بن محمد نے جنکی وفات ۸۷۸ھ ہجری میں ہوئی ہے بعض اشعار کی شرح فارسی میں لکھی۔ شیخ امام حسین بن واعظ نے ایک انتخاب کیا اور فارسی میں اُس کی شرح لکھکر جواہر الاسرار نام رکھا اور کتاب کے شروع میں بطور دیباچہ کے دس باب لکھے جنمیں اصطلاحات تصوف اور اون لوگوں کا حال بیان کیا جو حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ سے غایت اعتقاد رکھنے والے اور طائفۂ مولویہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ ایک اور شرح ازہار مثنوی و انوار معنوی شیراز کے ایک عالم نے بطور حلّ لغات کے لکھی جسمیں دیباچہ کی شرح کر کے بعد جلد اوّل کے تمام عربی الفاظ کی شرح ترکی زبان میں پھر فارسی الفاظ کی شرح بہ ترتیب حروف تہجی لکھی۔ ایک شرح میں صرف آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ اور عربی اشعار کی شرح کی گئی ہے اور بعض مشکل الفاظ کے معانی بھی بیان کر دئے ہیں۔ منتخب اشعار

اور آیات و احادیث اور مشکل لغات کے متعلق اکثر لوگوں نے شرحیں لکھی ہیں اور بھی بعض نہایت عمدہ شروح لکھی گئیں مگر ناتمام رہگئیں چنانچہ شیخ عبدالمجید مشہور بہ سیواسی نے سنہ ۱۰۲۸ ہجری میں احمد خاں سلطان کی فرمایش سے ترکی آمیز فارسی میں ایک شروح لکھنی شروع کی تھی مگر دفتر اوّل میں خرگوش و شیر کی حکایت درمیان میں چھوڑ کر مؤلف مرحوم سنہ ۱۰۴۹ھ میں موت کا شکار ہو گئے۔ اسیطرح اور بھی بعض شروح جلد اوّل کے قریب پہونچکر رہ گئیں اخیر زمانہ کی شروح میں ایک نہایت عمدہ شرح مولانا عبدالعلی صاحب بحر العلوم کی فارسی شرح ہے جسمیں حل مطلب نہایت عمدگی سے کافی طور پر کیا گیا ہے اور طول بھی زیادہ نہیں ہونے دیا اور پھر خوبی یہ کہ کسی مضمون کو دائرہ شریعت سے خارج نہیں ہونے دیا۔ مولانا موصوف لکھنؤ کے نہایت اہل کمال لوگوں میں تھے۔ آپکے بعض تصانیف مدارس و طلبہ میں متداول ہیں سنہ ۱۲۲۵ ہجری میں آپکا انتقال ہوا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے کہ ہندوستان کے مشہور عالم جناب مولانا احمد حسن صاحب مرحوم و مغفور کانپوری نے نہایت جامع اور مختصر حاشیہ لکھکر مثنوی کو عجیب آب و تاب سے طبع کرایا ہے حاشیہ میں جابجا وہ فوائد بھی تحریر ہیں جو قطب وقت شیخ الکل مرشد کامل حضرت شاہ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر قدس اللہ سرہٗ نے بوقت درس ارشاد فرمائے تھے بعض تصوف دوست لوگوں نے مثنوی کے بعض مقامات کو اردو نظم میں لاکر رسالے تالیف کرلئے ہیں جو اردو خواں لوگوں کے لئے مثنوی سے کم نہیں۔ اردو میں بعض شروح بھی لکھی گئیں جنمیں سے ایک شرح مولوی ہدایت علی صاحب لکھنوی کی ہے جو سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں طبع ہوئی ہے یہ شرح بہت مختصر ہے شعر کا ترجمہ نثر میں کیا گیا ہے دوسری شرح مولوی محمد عبدالرحمٰن راسخ دہلوی نے کی ہے جسکے ہر ایک دفتر کی شرح کا جدا نام ہے چنانچہ اوّل حصہ کا نام کتاب مرقوم۔ دوسرے کا مسک مختوم۔ تیسرے کا

رزق مقسوم ہے۔ اسمیں یہ التزام کیا گیا ہے کہ ہر شعر کا ترجمہ بھی اردو شعر میں کیا جائے اور پھر معانی اور مطلب اور بعض جگہ ترکیب بھی نہایت خوبی سے بیان کی ہے جو لوگ فارسی وغیرہ پر قادر نہیں یا دوسری زبان سے گھبراتے ہیں اُنکے لئے یہ شرح بہت ہی غنیمت ہے اور تمام مطالب و مضامین کو حد شرع میں رکھکر حل کیا ہے۔ آن ایام میں ایک اُردو شرح حضرت مولانا محمد اشرف علیصاحب تھانوی فرما رہے ہیں جو مولانا کے علم وفضل کی برکت سے تمام سابق اُردو شروح پر فائق ہوگی اسمیں پابندی قواعد شرع کا ایسا التزام کیا گیا ہے کہ جو لوگ شریعت و طریقت کو جُدا جدا سمجھتے ہیں وہ اسکو بہت سخت نظر سے دیکھتے ہیں۔ مذکورہ بالا شروح کے علاوہ اور بھی شروح اور مختلف حواشی لوگوں نے لکھے ہیں اور جنمیں سے بعض مشہور اور بعض بالکل گمنام ہیں۔ چونکہ مولانا رومی کی مثنوی شریف کی حقیقت بیان کرنا اور اوسپر پوری طرح نظر غوض ڈالنا اور اُسکے حقائق و دقائق کو دکھلانا انہیں اہل علم وکمال کا کام ہے جو کتاب موصوف کے ماہر اور بحر تصوف کے شناور ہونے کیساتھ تمام علوم میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے ہوں اور خدا تعالیٰ نے ظاہری عقل کامل و ذہن ثاقب کیساتھ معرفت باطنی اور بصیرت حقیقی بھی عطا فرمائی ہو۔ لہذا ہم اسمیں دخل دینا خلاف ادب سمجھکر اور اس کام کو اپنے حوصلے سے باہر خیال کرکے اسکے درپے نہیں ہوتے ؛

کلمات و نصائح

مولانا کی نصائح کے لئے مثنوی کو دیکھ لینا کافی ہے۔ اپنے مرید و معتقد اور ہم صحبت لوگونکے لئے بھی ہمیشہ آپکا کلام اسی قسم کا ہوتا تھا۔ فرماتے تھے کہ جب کوئی پرندہ آسمان کیطرف اُڑتا ہے تو آسمان پر نہیں پہونچ جاتا مگر ہاں شکاریونکے جال میں گرفتار ہونے سے بچ جاتا ہے اسی طرح جو شخص سلسلۂ فقر میں داخل ہوکر تقرب الی اللہ کی کوشش

کرے وہ اگر فقیری کے کمال کو نہ پہونچے پھر بھی عام دنیاوی اور بازاری خلقت سے علیحدہ
شمار ہو کر بہت سی کشاکش اور دنیاوی زحمتوں سے نجات پاکر کچھ نہ کچھ حاصل کر ہی لیتا
ہے۔ آپ کے دوستوں میں سے ایک صاحب اپنے حالات اور بعض تفکرات کی
وجہ سے مغموم تھے۔ مولانا نے تسلّی کے لئے فرمایا کہ ساری کلفت دنیا کی دلبستگی سے ہوتی ہے
اگر آدمی اس دنیا کی دلچسپی سے آزاد ہو جائے اور اپنے کو بالکل مسافر سمجھکر جو گرم و
سرد شیریں و تلخ حالت پیش آوے اُسکو دائمی نہ سمجھے اور خیال کرلے کہ مجھے ہمیشہ اس
حالت پر بھی نہیں رہنا بلکہ اسکے بعد کوئی دوسری حالت آنیوالی ہے اور مجھے
آگے چلنا ہے پھر ہر حالت میں یہی خیال رکھے تو کوئی کلفت پیش ہی نہ آوے
فرماتے تھے کہ آزاد مرد وہ ہے جو کسی کے رنجیدہ کرنے سے رنجیدہ ہی نہ ہوا ور جوانمرد وہ
ہے جو تکلیف کے مستحق کو بھی اپنے لئے رنج و تکلیف نہ دے فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ
کوئی شخص کسی درویش کی خدمت میں گئے پوچھنے لگے کہ حضرت تنہا کیوں بیٹھے ہو
درویش نے جواب دیا کہ اب تمنے آکر مجھے تنہا کردیا مجھ میں اور حق میں حجاب ڈالدیا
ورنہ میں خدا کے ذکر و فکر میں مشغول تھا جو فرماتا ہے اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (جو
مجھکو یاد کرتا ہے میں اُسکا ہمدم ہوں) ایک روز حاضرین نے آپ سے کہا کہ نماز
پڑھا دیجئے فرمانے لگے کہ ہم لوگ دوسری حالت کے ابدال صفت ہیں۔ ہمارا اٹھنا
اُٹھنا سب بے قاعدہ ہے جہاں کے ہو رہے بس وہیں رہگئے۔ امامت کے لائق
صاحب تمکین و وقار اصحاب تصوف ہیں اور حضرت شیخ صدر الدین کو اشارہ کرکے
امام بنایا۔ فرماتے تھے کہ بدون اشتہا کے کھانا درویش کے لئے نہایت سخت
گناہ ہے۔ ناجنس کی صحبت سے بہت منع فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت شمس الدین
تبریزی نے فرمایا ہے کہ مرید قبول یافتہ وہ ہے جو کبھی بیگانے کی صحبت میں نہ جاوے
اور اگر کبھی ضرورتاً جانا ہی پڑے تو ایسا دل تنگ ہو کر بیٹھے جیسے مکتب میں بچہ یا مسجد

ہیں منافق یا قید خانہ میں قیدی۔ اخیر وقت میں جو وصیت مولانا نے اپنے خاص لوگوں کو فرمائی وہ یہ تھی۔ اُوصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ وَبِقِلَّۃِ الطَّعَامِ وَقِلَّۃِ الْمَنَامِ وَھِجْرَانِ الْمَعَاصِی وَالْاٰثَامِ وَمُوَاظِبَۃِ الصِّیَامِ وَدَوَامِ الْقِیَامِ وَتَرْکِ الشَّھَوَاتِ عَلَی الدَّوَامِ وَاحْتِمَالِ الْجَفَاءِ مِنْ جَمِیْعِ الْاَنَامِ وَتَرْکِ مُجَالَسَۃِ السُّفَھَاءِ وَالْعَوَامِّ وَمُصَاحَبَۃِ الصَّالِحِیْنَ وَالْکِرَامِ وَاِنَّ خَیْرَ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ وَخَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ

(یعنی تم کو ان باتوں کی وصیّت کرتا ہوں ظاہر و پوشیدہ خدا سے ڈرنا کم کھانا کم سونا۔ گناہوں کو چھوڑنا۔ اکثر روزے رکھنا۔ اکثر رات کو خدا کی عبادت میں کھڑے رہنا۔ ہمیشہ خواہشات نفسانی کو چھوڑنا۔ جو لوگ ایذا پہونچائیں اُسکو سہنا۔ عوام اور کم عقل نالائقوں کے پاس نہ بیٹھنا اور نیک اور شریف دینداروں کی صحبت میں رہنا۔ بہتر آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہونچائے اور کلام بہتر وہ ہے جو مختصر ہو مگر مفید مطلب و مدعا ہو) ایک شخص بالکل دنیا دار تھے کبھی کبھی مولانا کے پاس حاضر ہوتے ایک روز عذر کرنے لگے کہ فرصت نہ ہونے کی وجہ سے معذور ہوں مولانا نے فرمایا عذر کی ضرورت نہیں جیسا اور لوگ آپکے آنے سے ممنون ہوتے ہیں اُسیقدر ہم آپکے نہ آنے سے مشکور ہیں۔ شیخ حسام الدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ اولیائے خداوندی کی صحبت اختیار کرنا چاہئے اُن لوگوں کے قرب میں ایک عجیب اثر ہے ؎ یکے لحظہ از دوری نشاید + کہ از دوری خرابیہا فزاید + بہر جائے کہ باشی پیش او باش + کہ از نزدیک بودن مہر زاید +

کشف و کرامات عبادت و زہد وغیرہ

مولانا پانچ ہی سال کی عمر میں تھے کہ غیر معمولی باتیں و کرامتیں آپسے ظہور میں آئے

لگی تھیں بعض خاص فرشتے اور جنات آپکو نظر آجاتے اور وہ اولیاء اللہ جو عام نظروں سے پوشیدہ ہیں مولانا سے ملاقات کرتے۔ آپکے والد مولانا بہاء الدین نے بیان کیا ہے کہ بلخ میں رہتے ہوئے جب جلال الدین کی عمر چھ سال کی تھی ایک روز لڑکوں کے ساتھ مکان کے اوپر کھیل رہے تھے مکانوں کی چھتیں قریب قریب تھیں لڑکوں میں سے کسی نے کہا کہ آؤ سب ملکر ایک مکان سے دوسرے پر پھاند جائیں۔ جلال الدین کہنے لگے کہ واہ یہ کوئی آدمیوں کا کام ہے اسطرح تو کتا اور بلّی بھی کود جاتے ہیں۔ آدمیوں کو یہ حرکت کرنی کیسے زیبا ہوسکتی ہے۔ ہاں اگر بازوؤں میں قوت ہے تو آسمان کیطرف اڑیں۔ یہ کہکر لڑکوں کی نظر سے غائب ہوگئے۔ لڑکے یہ حال دیکھکر شور مچانے اور رونے اور چلّانے لگے تھوڑی دیر میں مولانا پھر چھت پر نظر آنے لگے۔ چہرہ کا رنگ بدلا ہوا تھا اور آنکھیں سرخ تھیں۔ لڑکوں نے بہت پوچھا تو کہنے لگے جسوقت تمسے باتیں کررہا تھا خدا تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے یہاں موجود تھے وہ مجھے اٹھا کر لیگئے اور آسمان کے تمام اطراف اور عجیب عجیب حالات کی سیر کرائی ابھی کچھ دیر اور ٹھیرتا مگر تمھارے رونے چلّانے کی آواز نے بیقرار کردیا اور میں نے آنا چاہا تو فرشتوں نے اٹھا کر یہاں پہونچا دیا۔ ایک مرتبہ مولانا حالت جذب میں تھے کچھ ہوش نہ تھا اور سماع کا شغل تھا۔ ایک درویش کو خیال ہوا کہ مولانا سے پوچھا چاہیئے کہ فقر کیا ہے۔ مولانا اس خطرے پر مطلع ہوگئے اور یہ رباعی پڑھکر درویش کے سوال کا جواب دیدیا ؎ الجوہر فقر وسوی الفقر عرض + الفقر شفاء وسوی الفقر مرض + العالم کلہ خداع وغرور + والفقر من العالم سر وغرض + یعنی اصل اور کمال فقر ہی ہے اور سب چیزیں بے ثبوت اور عارضی ہیں۔ فقیری شفا اور سب چیزیں مرض کی طرح ہیں۔ عالم کی تمام چیزیں صرف ظاہری نمائش اور دھوکے کی طرح ہیں۔ مقصود عالم سے فقیری ہے۔ مولانا اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب اور اولیائے کرام میں سے تھے

کشف وکرامات آپ سے صدہا سرزد ہوئے ہیں۔ مثنوی شریف بھی آپکے کمال واعجاز کا ایک بڑا نمونہ اور علمی کرامت ہے۔ مشہور ہے کہ مولانا چھ ہی سال کی عمر میں کئی کئی روز روزہ رکھکر تین چار دن کے بعد افطار کرتے اور اکثر نماز وعبادت میں مشغول رہتے۔ اُنکو ابتدا سے صحبت وتربیت ہی اس قسم کی میسر ہوئی تھی۔ والد آپکے ایک مقتدائے زمانہ اور نہایت عبادت وریاضت میں گذارنے والے تھے اور بڑے ہونے اور بزرگوں کی صحبت وخدمت میں رہنے کے بعد تو مولانا نے وہ ریاضت اور مجاہدے کئے کہ جان کو جان نہ سمجھا۔ مدتوں رات کو سوئے ہی نہیں۔ نفس کشی جو سچے صوفیوں کا فرض ہے انہوں نے اسطرح کی کہ حق ادا کردیا۔ دنیا سے بے رغبتی اور لاپروائی نہوتی تو مولانا خدا کے ایسے مقبول بندے کسطرح ہوجاتے۔ آپ کبھی ذخیرہ نہ کرتے تھے جو کچھ ہوتا تقسیم کرادیتے اکثر خادم سے پوچھا کرتے کہ آج کچھ گھر میں ہے یا نہیں اگر وہ کہتا کہ کچھ نہیں تو بہت خوش ہوکر فرماتے کہ خدا کا شکر ہے کہ آج ہمارا گھر انبیا کے گھر کے مشابہ ہے۔ اور اگر بتلاتا کہ کچھ تھوڑا بہت موجود ہے تو افسوس کرکے کہتے کہ آج ہمارے مکان میں سے فرعون کے گھر کی بو آتی ہے کہ ذخیرہ موجود ہے۔ اکثر اوقات گھر میں اور مجلس میں چراغ بھی نہ جلاتے اور فرماتے کہ بدون چراغ کے رہنا بھی سنّت انبیا ہے شیخ مؤیدالدین رحمہ اللہ سے لوگوں نے پوچھا کہ شیخ صدرالدین کا خیال اور رائے مولانا جلال الدین کی نسبت کیا تھی۔ فرمایا کہ ایک روز شیخ صدرالدین کے خاص خاص معتقدین واحباب مثل شمس الدین ایکی وفخرالدین عراقی وشرف الدین موصلی وشیخ سعید فرغانی وغیرہ (رحمۃ اللہ علیہم) جمع تھے مولانا جلال الدین کے حالات کا ذکر آگیا۔ شیخ صدرالدین نے فرمایا کہ "اگر حضرت بایزید اور جنید جیسے اولیائے کرام بھی اس زمانہ میں ہوتے تو مولانا جلال الدین رح کے حلقہ اطاعت میں داخل ہوکر فیض لیتے۔ فقر محمدی کے خوان سالار مولانا ہیں ہم سب لوگ اُنکے طفیل کچھ ذائقہ چکھ لیتے ہیں" یہ سُنکر حاضرین نے آفرین ومرحبا کہا۔ شیخ صدرالدین

کا حال بیان کر کے شیخ مؤید الدین نے خود بھی کہا کہ ہم بھی اس بارگاہِ عالی کے خادم و نیاز مند ہیں اور یہ شعر پڑھا[1]

لَوْ کَانَ فِینَا لِلْاُلُوْھَۃِ صُوْرَۃٌ	ھِیَ اَنْتَ لَا اَکْنِیْ وَلَا اَتَرَدَّدُ

مولانا رومی کی وفات

مولانا اُن لوگوں میں تھے جنکی موت کو موت نہ کہنا چاہیئے بلکہ انتقال من دار الی دار (یعنے تبدیل مکان) کہنا چاہیئے۔ ایسے حضرات اپنی موت کو حیات حقیقی سمجھتے ہیں۔ اور انکا سمجھنا ہے بھی بجا۔ مرض موت میں اپنے دوستوں سے فرماتے تھے کہ میرے جانے سے نا امید اور غمگین نہ ہونا دیکھو منصور حلاج کی روح نے ڈیڑھ سو سال کے بعد شیخ فرید الدین پر ظاہر ہو کر فیض پہونچایا ہے اور فرماتے تھے کہ گو میرا تعلق بدن سے چھوٹ جائیگا لیکن تم لوگوں کے ساتھ جو تعلق ہے وہ پھر بھی باقی رہیگا۔ شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ آپکی عیادت کو تشریف لائے اور کہنے لگے کہ خدا تعالیٰ جناب کو بہت جلد شفا عطا فرمادے۔ مولانا نے ہنسکر فرمایا کہ بس اب یہ شفا تم ہی لوگوں کو مبارک رہے اسوقت کہ ذرا سا پردہ مطلوب حقیقی میں باقی رہ گیا ہے اب بھی تم لوگ نہیں چاہتے کہ یہ نور اُس نور حقیقی میں ملجائے۔ فرماتے تھے کہ مولانا شمس تبریز اُس عالم کیطرف کھینچ رہے ہیں اور یہاں کے عزیز اسطرف کو لیکن اپنے مرشد داعی الی اللہ کی فرمایش کو بجالانا ضروری ہے۔ مریدوں نے عرض کیا کہ صاحبزادہ سلطان ولد کے لئے بھی کچھ وصیت فرمائیگا جواب دیا کہ وہ خود مرد کامل وہشیار ہے وصیت کی کیا ضرورت ہے۔ جنازہ کی نماز کے لئے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ شیخ صدر الدین سب سے زیادہ مناسب ہیں آخر کو بظاہر مرض زیادہ ہو کر اور حقیقت میں طالب مشتاق کی آتش شوق تیز ہونیکی وجہ

[1] گر زمانہ میں خدائی کی بھی صورت ہوتی ٭ تو بلا ریب تمہاری ہی وہ صورت ہوتی ٭

سے پانچویں جمادی الاخری ۶۷۲؁ ہجری میں عین غروب شمس کیوقت یہ آفتاب حقیقی کا نور لوگوں کی آنکھوں سے چھپ گیا۔ اور دار فانی سے مولانا نے انتقال فرمایا اور عالم باقی کو اختیار فرما کر وصال محبوب سے حیات ابدی پائی وصیت کے موافق حضرت شیخ صدر الدین نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قونیہ ہی میں مزار مبارک بنا مولانا کے انتقال سے آپ کے معتقدوں اور دوستوں کو ایسا صدمہ ہوا کہ جہان آنکھوں میں تاریک ہوگیا ایک دوسرے کو تسلّی دیتا تھا مگر اپنے آپکو نہیں سمجھا سکتا تھا بعض لوگ آپکو خواب میں دیکھکر تسلّی پاتے تھے اور بعض آرزو میں رہتے تھے۔ بڑی مصیبت ہو یا چھوٹی آخر دیر میں یا جلد صبر کرنا ہی پڑتا ہے ان لوگوں نے بھی صبر کیا اور مولانا جیسے با کمال مشفق و مرشد کی محبت کو دل میں لئے رہے +

مولانا کے خلیفہ اور خاص لوگ

مولانا جلال الدین کی وفات کے ساتویں روز حضرت حسام الدین مولانا کے تمام مریدوں اور دوستوں کو لیکر صاحبزادۂ بہاء الدین عرف سلطان ولد کے پاس آئے اور کہا کہ آپ بجائے اپنے والد ماجد کے سجادہ نشین اور قائم مقام ہو کر طالبان حق اور مریدان صادق کو ہدایت فرمائیے اور ہم سب لوگوں کے مرشد اور شیخ طریقت بنئے کیونکہ ؎ بر تخت شہ کہ باشد جز شاہ و شاہزادہ + اور میں بھی آپکی اطاعت اوسی طرح کرتا رہونگا جیسے آپکے والد بزرگوار کا خادم اور مطیع امر تھا سلطان ولد رحمہ اللہ نے بہت رو کر براہ انکسار کہا کہ میں ہرگز اس امر کے لائق نہیں آپ ہی ہمارے خلیفہ اور مرشد ہیں جیسے مولانا کی زندگی میں آپکو ہم والد بزرگوار کا خلیفہ سمجھتے تھے اسی طرح اب سمجھیں گے چنانچہ مولانا حسام الدین کو بالکل بجائے مرشد کے سمجھکر سلطان ولد دس برس آپ کی خدمتمیں رہے گو مولانا حسام الدین بوجہ صاحبزادگی کے انکا بہت ادب و لحاظ کرتے اور انکو

اپنا بڑا سمجھتے تھے لیکن سلطان ولد انسے بالکل اسطرح پیش آتے جیسے کوئی طالب
صادق اپنے مرشدِ کامل کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اور کیسے پیش نہ آتے خود مولانا جلال الدین
رحمۃ اللہ علیہ انکو نہایت بلند پایہ بزرگ سمجھتے اور نہایت تعظیم فرماتے اور یہ مولانا کے نہایت
ہی مخصوص لوگوں میں تھے۔ ایک جگہ انکو مخدومی حسام الدین لکھا ہے۔ مثنوی کے
دیباچہ میں انکی بہت زیادہ تعریف فرمائی ہے۔ مولانا حسام الدین کا قدیم نام حسن تھا
اور والد کا نام محمد انکے دادا حسن تھے اور ابن کرخی ترک مشہور تھے سلسلۂ نسب میں
شمس تبریزی سے جا ملتے ہیں اور سلسلۂ بیعت میں حضرت شیخ ابوالوفا کردی بغدادی
سے منسوب ہیں شیخ ابوالوفا وہی بزرگ ہیں جو بالکل پڑھے لکھے کچھ نہ تھے مگر سب
لوگ انکو مانتے تھے اور پیشوائے وقت تھے ایک دفعہ لوگوں نے وعظ کے لئے مجبور
کیا تو انہوں نے کل کا وعدہ کرلیا اور رات کو خدا تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ یا اللہ تیری
مدد کے بدون کچھ نہیں ہوسکتا۔ خواب میں حضرت سرور کائنات کو دیکھا کہ فرماتے ہیں
کہ خدا تعالیٰ کے اسم علیم و حکیم کا تمپر ظہور ہوگا۔ اگلے روز جاکر بیان کرنا شروع کیا اور
ابتدائے وعظ میں فرمایا کہ اَمْسَیْتُ کُرْدِیًّا وَ اَصْبَحْتُ عَرَبِیًّا (یعنے رات کو
میں کردی تھا اور اب خدا نے عربی بنا دیا) خدا تعالیٰ نے انکے اوپر علم کے خزانے
کھولدئے اور وہ مضامین بیان کئے کہ لوگ دنگ رہگئے۔ پہلے حضرت مولانا جلال الدین
کی توجہ مولانا صلاح الدین کی طرف زیادہ تھی اُنکی وفات کے بعد تمام توجہ مولانا کی
حضرت حسام الدین کیطرف مائل ہوئی۔ مثنوی معنوی انہیں کی استدعا پر لکھی
گئی ہے۔ مولانا نے مثنوی کے دیباچہ میں انکی جسقدر تعریف کی ہے اُس سے زیادہ
ہو ہی نہیں سکتی۔ سیدی سندی معتمدی ذخیرتی فی یومی و غدی انکو کہا ہے۔
مفتاح خزائن العرش امین کنوز الفرش انکے لئے استعمال کیا ہے اور نہایت
خلوص سے بڑی بڑی دعائیں دی ہیں۔ مولانا کے دوسرے خلیفہ شیخ صلاح الدین

تھے جو قونیہ ہی کے رہنے والے ہیں اور زرکوب مشہور تھے۔ مولانا سے پہلے آپ سیّد برہان الدین محقق ترمذیؒ کے مریدان خالص میں تھے اور بہت کچھ کسب کمال کر چکے تھے۔ قونیہ میں ایک روز مولانا رومی سناروں کی دوکانوں کیطرف سے گذرے وہاں سونا چاندی کوٹا جاتا تھا اُس کی آواز سے مولانا پر وجد طاری ہو گیا اور گر گئے شیخ صلاح الدینؒ بھی قریب ہی دکان میں تھے فوراً دوڑے اور زانو پر مولانا کا سر رکھکر بیٹھ گئے مولانا کو ہوش آیا تو معانقہ فرمایا اور نہایت شفقت کی۔ اُس روز ظہر سے عصر تک حضرت مولانا رومی سماع میں مشغول رہے اور یہ شعر بار بار پڑھتے تھے ؎

یکے گنجے پدید آمد درین دکان زرکوبی	زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

اُسی روز سے شیخ صلاح الدین نے دوکان چھوڑ کر مولانا کی خدمت میں رہنا اختیار کیا اور روز بروز مولانا کی نظر توجہ ان پر زیادہ ہوتی رہی مگر افسوس کہ دس برس کی صحبت کے بعد مولانا کی زندگی ہی میں شیخ صلاح الدین کی وفات ہو گئی۔ مولانا رومی انکی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ مولانا کے صاحبزادے بہاءالدین کی شادی آپ ہی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ انکے علاوہ بھی مولانا کے بعض خلفا اور صدہا لوگ سلسلۂ عقیدت و بیعت میں داخل تھے جن سے مولانا کے بعد اُن کا سلسلۂ فیض جاری رہا فرحمۃ اللہ علیہم اجمعین +

الحمد للہ کہ مولانا محمد جلال الدین رومی کے مختصر حالات جو ناواقف طالب کے لئے کافی واقفیت کا باعث ہو سکتے ہیں تمام ہوئے۔ آپ کے حالات میں بہت سے بزرگان کا نام نامی مذکور ہوا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں سے بعض حضرات کا کسی قدر مجمل حال بیان کر دیا جائے +

شہید عشق حقیقی حضرت حسینؒ بن منصور حلاج بیضاوی

اللہ اکبر خدا تعالیٰ کے عاشقوں کا حال بھی کیسا کچھ مختلف ہے باوجودیکہ سب اُس ایک اصلی رنگ سے رنگے ہوئے ہیں اور مطلوب سب کا ایک ہے لیکن ظاہر میں کسی کا کچھ حال ہے کسی کا کچھ۔ کوئی ایسا گمنام ہو کر چھپ رہا کہ کسی نے نام بھی نہ جانا۔ کوئی ایسا مشہور ہوا کہ زمانہ میں کوئی اُس سے ناواقف نہ رہا۔ کسی نے ایسا ضبط کیا کہ سانس نہ لیا کوئی ایسا بیہوش ہوا کہ خبر نہ رہی کہ کیا کہتا ہوں۔ کسی نے اپنے کو خاک سے بھی ذلیل سمجھا اور کسی نے فلک کو بھی اپنے سے نیچا پایا۔ بہتوں نے اپنے نبی کے قدموں پر جان دیکر ہمیشہ کی زندگی پائی۔ کتنوں نے روتے روتے جان گنوائی کسی نے ما عرفناک پیش نظر رکھا اور کسی نے انا الحق کہکر جان کا بھی خیال نہ کیا۔ شیخ منصور کا نام حسین اور والد کا نام منصور تھا اب خود ہی منصور حلاج مشہور ہو گئے انکو ابو المغیث بھی کہتے تھے۔ فارس میں ایک شہر کا نام بیضا ہے اسی نسبت سے بیضاوی کہتے ہیں۔ ایک روز کسی حلاج (دُھنا۔ نداف) کی دوکان پر جاکر اُسکو اپنے کسی کام کے لیئے بھیجدیا آپ وہاں بیٹھے رہے پھر خیال آیا کہ غریب حلاج کی روزی میں نقصان آیا اور اوسکے کام میں ہرج ہوا آپ نے اُنگلی سے اشارہ کرنا شروع کیا خود بخود روئی سے بنولے علیحدہ ہو کر گرنے لگے اور روئی صاف ہو کر ایک طرف ہو گئی۔ حلاج نے آکر دیکھا تو حیران رہگیا۔ رفتہ رفتہ یہ کرامت مشہور ہو گئی۔ دوستوں کو خبر پہونچی تو اُنھوں نے حلاج کہنا شروع کیا۔ اور اسی طرح زبان زد ہو گیا کہ اب گویا انکے نام کا ایک جز ہو گیا۔ ورنہ اصل میں یہ حلاج نہ تھے عمرو بن عثمان اُس زمانہ کے ایک بڑے جامع علم ظاہری و باطنی شخص تھے منصور اُنکے خاص شاگردوں میں تھے اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے صوفیا کی صحبت سے فیض اٹھاتے تھے۔ اکثر نماز میں مشغول رہتے کبھی دن رات میں ہزار رکعتیں پڑھتے اور کبھی دو ہی رکعت میں صبح کر دیتے جس روز قتل ہوئے ہیں رات کو پانسو رکعتیں ادا کی تھیں عشق حقیقی سے مالامال تھے اور

دار پر چڑھکر شہید ہونا قسمت میں لکھا تھا ایسے ہی سامان ہو گئے اُنکے اُستاد (عمرو بن عثمان) نے ایک رسالہ تصوف اور توحید کے بیانمیں لکھا تھا انھوں نے لیکر بلا اجازت اوسکو لوگوں میں مشہور کردیا اور دست بدست نقل ہوکر ہر ایک ادنی و اعلی تک پہونچگیا۔ باریک بات اور پیچیدہ مسئلہ سمجھنے کی ہر کسی میں لیاقت نہیں اور اہل کمال کے ہر زمانہ میں دشمن رہتے ہیں مضمون تھا دقیق لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا کچھ دشمنوں نے کارسازی کی عمرو بن عثمان ہر طرف بدنام ہوگئے اور لوگوں نے انپر بہت لے دے کی اور انکی تصنیف کو بہت بُرا سمجھا انکو اس سے بہت ملال ہوا اور اس ساری بدنامی کے باعث چونکہ ظاہر میں حسین بن منصور ہوئے تھے انکے لئے دل سے بد دعا نکلی کہ خدا کرے کوئی ایسا ملے جو تیری بات کو بھی نہ سمجھے اور تجھکو ہاتھ پاؤں کاٹکر سولی پر چڑھادے۔ مشہور ہے کہ ماں باپ کے دل کی کلپ اور اُستاد کی بد دعا خالی نہیں جاتی پھر ایسے کامل اُستاد کی آہ کیسے بے اثر رہتی۔ فرط محبت اور جذبہ حال ہوا انا الحق زبان سے نکلا سارے بغداد میں شہرہ ہوگیا خلیفہ مقتدر باللہ کا زمانہ تھا علما جمع کئے گئے قاضی ابو عمر اور حامد بن عباس (وزیر سلطنت) اور دیگر علما و فقہاء نے جنکو ظاہر حال پر حکم لگانے کا ارشاد ہے کفر کا فتوی تیار کیا جسے منصور اپنے لئے جناب عشق کی سند سمجھے قتل کا حکم ہوکر منصور قید کئے گئے۔ منصور نے کہا بھی کہ میں بے گناہ ہوں میرا قتل حلال نہیں۔ لیکن زبانسے چونکہ انا الحق کہتے تھے لہذا کسی نے قبول نہ کیا۔ قید کی حالت میں بعض کرامتیں بھی انسے ظاہر ہوئیں۔ جب کئی روز مقید رہنے کے بعد قتل کے لئے نکالے گئے تو خلقت کا عجیب حال تھا ہر طرف سے دیکھنے کو چلے آتے تھے اور اکثر بڑے چھوٹوں کا دل بھی چاہتا تھا کہ کسی طرح اس کلمہ سے باز آویں اور انکی جان بچے لیکن انکے دلمیں تو آگ ہی اور لگی تھی انکو جان کی کیا پروا تھی۔ بدن پر صدہا کوڑے بھی مارے گئے کہ زبان بند کریں مگر جب اُٹھتے وہی انا الحق کا وظیفہ تھا آخر شریعت کا حکم غالب آیا اور پہلے ہاتھ پاؤں کاٹکر سولی پر چڑھادیے گئے وہاں بھی وہی ایک آواز تھی اور آخر انا الحق کہتے

ہوئی معشوق حقیقی سے جا ملے اور کشتگانِ رہِ عشق و شہیدانِ وفا میں نام لکھوا کر دو عالم میں مشہور ہو گئے۔ اُستاد کی دعا بھی اثر دکھلا گئی اور انکے حصہ میں جو نعمت ازل سے لگ چکی تھی وہ بھی مل گئی کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی وہی آواز جاری تھی ۳۰۹ھ ہجری میں بغداد میں یہ واقعہ ہوا انکی وفات سے اکثر لوگوں کو صدمہ ہوا مگر چونکہ انکا انا الحق کہنا قاعدۂ شریعت کے بالکل خلاف تھا اسلئے انکے بچانے اور چھڑانے کی کوشش نہیں کر سکے بعض علمانے انکو اس کلمۂ خلاف شرع کی وجہ سے بہت برا سمجھا ہے اور کہا ہے کہ اُنکو تصوف سے کچھ علاقہ بھی نہ تھا۔ اور بعض علما نے انکی بہت تعریف کی ہے اور انکی عبادت و محبت پارسائی و کرامت کو دیکھکر انکو معذور سمجھا ہے امام غزالیؒ نے بعض کتابوں میں انکو اولیائے کاملین میں شمار کر کے انپر جو کچھ اعتراض ہوتے تھے اُن سب کا عمدہ طرح سے جواب دیا ہے اگرچہ بعض صوفیا نے کہا ہے کہ منصور نکے بھی ضبط نہ ہو سکا ایک ہی جرعہ میں ایسے بیہوش ہوئے کہ خبر نہ رہی کہ کہتے ہیں۔ کامل وہ ہیں کہ دریا کے دریا چڑھا جائیں اور پھر بھی خبر نہ ہو تاہم منصور نہایت اعلےٰ درجے کے لوگوں میں تھے قدس سرہٗ العزیز۔

حضرت شیخ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ

اسمیں اختلاف ہے کہ آپ کسی کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہیں یا نہیں بعض کہتے ہیں کہ آپ حضرت مجدد الدین بغدادی رحمہ اللہ کے مرید ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ مرید نہیں صرف طالبانہ اعتقاد رکھتے تھے اسی لئے اُنکی طرف منسوب ہیں ورنہ اصل میں اویسی ہیں۔ شیخ حسین منصور حلاج کی روح سے انکو فیض پہونچا ہے۔ مولانا رومیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ منصور کا نور ڈیڑھ سو سال کے بعد فرید الدینؒ پر جلوہ افگن ہو کر انکا مربی بنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز مجدد الدین بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ زار زار رو رہے تھے عرض کیا کہ یا حضرت کیا وجہ ہے کہ اسقدر گریہ و زاری فرماتے ہیں فرمایا کہ بہت سے مردِ میدان اور راہِ خدا کے

سالک اور علم خداوندی کے عالم ایسے گذرے ہیں جنکے اوپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول صادق آتا ہے کہ علماء اُمتی کا نبیاء بنی اسرائیل (یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہونگے رات کو دعا کی تھی کہ یا خدا مجھے اُن لوگوں سے بنا دے یا اُنکے دیکھنے والوں میں سے۔ اب اُسکی قبولیت کی تمنا میں رو رہا ہوں حضرت عطار پہلے اپنی تجارت اور عطاری کی دکان میں مصروف رہتے تھے کچھ توجہ الی اللہ غالب نہ تھی۔ ایک روز دُکان کے کاروبار میں لگے ہوئے تھے کہ ایک فقیر نے آکر سوال کیا اور کئی دفعہ کہا کہ بابا کچھ خدا کے نام پر بھی دو انہوں نے کچھ خیال نہ کیا تو فقیر نے کہا اے عطار دنیا میں اتنا مصروف ہے کسطرح مریگا عطار نے کہا کہ جیسے تم مروگے اسیطرح ہم۔ فقیر نے کہا کہ تم ہماری طرح کہاں مرسکتے ہو عطار نے کہا کہ کیوں نہیں۔ فقیر کے ہاتھ میں ایک لکڑی کا پیالہ تھا اُسے سر کے نیچے رکھکر لیٹ گیا اور اللہ کہکر دنیا سے رخصت ہوا۔ یہ حال دیکھکر حضرت عطار کی حالت بدل گئی دنیا سے دل سرد ہو گیا اور دکان چھوڑ چھاڑ کر فقرا اور صوفیا کی جماعت میں داخل ہو گئے جب مولانا روم بلخ سے واپس ہوتے ہوئے نیشاپور پہونچے ہیں تو شیخ عطار رحمۃ اللہ سے ملاقات ہوئی ہے عطار کی عمر اُسوقت زیادہ ہو گئی تھی اور ضعیف ہو گئے تھے حضرت فرید نے اپنی کتاب اسرار نامہ مولانا روم کو دیکر غور سے مطالعہ کرنے کی وصیت کی مولانا اسکو ہمیشہ ساتھ رکھتے حضرت عطار کی تصنیف سے کئی ایک رسالے ہیں جنمیں اسرار توحید و حقائق و معارف اور نصائح عامہ و خاصہ اسقدر موجود ہیں کہ شاید ہی کسی دوسرے کی تصنیف میں ہوں ایکسو چودہ ۱۱۴ سال کی عمر میں تاتاری کفار کے ہاتھ سے ۶۲۷ھ میں شہید ہوئے مزار آپکا نیشاپور میں واقع ہے ◆

حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ غزنین کے رہنے والے ہیں اور اُن لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو سلسلہ صوفیائے کرام میں داخل ہونیکے ساتھ اُس شعر شاعری کا اعلیٰ مذاق رکھتے ہیں جو تصوف کے لئے باعث

رونق ہے اور جنکے کلام میں ہمیشہ تصوف کا رنگ نظر آتا ہے دور وزہ حسن اور ظاہری گل وبلبل
کے قصوں میں نہیں پڑتے بلکہ اُس شاہد حقیقی کے فراق میں روتے ہیں جو قریب ہے مگر نظر
نہیں آتا۔ آپکا کلام گو ہر کسی کو مرغوب ہے لیکن حضرات صوفیہ میں بہت مقبول ہے۔ حدیقۃ الحقیقۃ
آپکی مشہور تصنیف ہے جسکو صوفی مزاج لوگ مولانا کی مثنوی کی طرح مجالس میں پڑھکر
لطف اُٹھاتے ہیں۔ اور ایک قصیدہ ہے جسکا نام رموز الانبیا ہے۔ پہلے آپ دوسرے شعراء
کیطرح بادشاہوں رئیسوں کی مدح سرائی اور قصیدہ گوئی میں اپنا وقت صرف کرتے تھے یہ
خصوصیت اور بزرگی حاصل نہ تھی۔ ایک مرتبہ سلطان محمود سبکتگین کسی ملک کو فتح کرنیکے
لئے جاڑے کے موسم میں جانے والے تھے اور غزنین سے نکلکر باہر خیمے لگائے تھے۔ حکیم
سنائی اُنکی مدح میں قصیدہ تیار کئے پھرتے تھے۔ ابھی پیش نہیں کیا تھا کہ ایک دفعہ اسنے
میں ایک بھڑ بھونجے کے دروازہ پر پہونچے جہاں ایک مجذوب و محبوب خداوندی پڑے
ہوئے تھے جو بیہوشی کی وجہ سے احکام شرع سے معذور تھے۔ کیا سُنتے ہیں کہ مجذوب صاحب
اپنے خادم سے کہہ رہے ہیں کہ لاؤ ایک جام بھر دو سلطان محمود کے اندھا ہونے کے لئے ساقی
نے عرض کیا کہ شاہ صاحب ایسے غازی مرد اور اسلام کے بادشاہ کا بُرا چاہتے ہو مجذوب
نے کہا کہ ایسے کا بُرا چاہنا خوب ہے جو اپنی سلطنت کا ابھی انتظام نہیں کرسکا کہ دوسری ملک
کی حرص کرنے لگا۔ ساقی نے جام بھر دیا اور شاہ صاحب نوش کر گئے۔ پھر کہا کہ سنائی شاعر کے
اندھا ہونے کے لئے جام بھر دو خادم نے عرض کیا کہ جناب سنائی کا کیا قصور ہے وہ ایک
نہایت لطیف طبع اور فصیح شاعر عالم آدمی ہے کہنے لگے کہ اگر لائق ہوتا تو ایسے کام میں لگتا
جو آخرت میں کام آتا بیہودہ سرائی کرتا پھرتا ہے ایک ورق پر جھوٹی سچی تعریف بادشاہ کی لکھکر
سنانے کیلئے پھرتا ہے۔ کمبخت کو یہ خبر نہیں کہ دنیا میں کیوں آیا تھا۔ سنائی باہر کھڑے سُن رہے
تھے یہ باتیں سنکر کانپ گئے اور حالت بدلگئی۔ غور کیا تو واقعی اپنے آپکو بالکل آخرت سے بے خبر
اور غفلت میں مبتلا پایا اُسی روز سے اپنی وضع بدل دی اور تصوف وسلوک کا شوق کرکے

حضرات صوفیہ میں داخل ہوئے کہتے ہیں کہ ۶۲۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی +

شیخ صدر الدین محمد بن اسحٰق القونیوی رحمۃ اللہ علیہ

قونیہ کے رہنے والے ہیں آپ ابوالمعالی بھی مشہور ہیں علوم ظاہری و باطنی آپ کی ذات میں جمع تھے۔ اور معقول و منقول سے حصۂ وافی آپکو حاصل تھا۔ علامۂ قطب الدین شیرازی کے حدیث میں شاگرد ہیں اور کتاب جامع الاصول لکھکر شیخ کو سناتے تھے اور اسپر بہت فخر کیا کرتے تھے۔ کمال باطنی کا یہ حال تھا کہ شیخ فخرالدین عراقی اور شیخ مویدالدین خجندی اور مولانا شمس الدین ایکی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم بڑے بڑے اولیا نے آپکے فیض صحبت سے کمال حاصل کیا تھا۔ شیخ صدرالدین اور مولانا رومی میں باہم نہایت محبت و اتحاد تھا۔ چنانچہ مولانا کے حالات میں انکا کسیقدر حال گذر چکا ہے مولانا نے اپنے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے انہیں کو وصیت کی تھی۔ ایک روز قونیہ کے تمام عام خاص لوگ جمع تھے مجلس بھر رہی تھی شیخ صاحب مصلےٰ پر بیٹھے تھے مولانا رومی تشریف لائے تو شیخ نے مصلےٰ چھوڑ دیا مولانا نے فرمایا کہ اس گستاخی کا قیامت میں کیا جواب دونگا کہ شیخ کے مصلےٰ پر بیٹھا۔ شیخ نے کہا کہ اچھا ایک طرف ہم بیٹھیں ایک طرف آپ مگر مولانا نے اسکو بھی نہ مانا تو شیخ نے مصلےٰ ہی کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ اللہ اکبر پہلے اکابر باہم ایک دوسرے کا کسقدر ادب و لحاظ کرتے تھے اور باہم کیسے خلوص و اتحاد سے رہتے تھے۔ ایک یہ زمانہ ہے کہ جسکو بزرگی کی ہوا لگ جاتی ہے وہ اپنے سوا سب کو ذلیل و گمراہ سمجھتا ہے ایک دوسرے کی وجاہت سے جلتا ہے ایک کے مرید دوسرے کو سخت الفاظ کہنے میں شرم نہیں کرتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

شیخ مویدالدین خجندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے علوم ظاہر بھی شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے اور کمالات

باطنی میں بھی شیخ موصوف انکے مرشد تھے اور ہر قسم کا فیض انہیں سے حاصل ہوا ہے مؤیدالدین رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ شیخ نے فصوص الحکم کے دیباچہ کی شرح میرے لئے کی تھی اثنائے تحریر میں بعض لطائف اور واردات غیبی شیخ پر ظاہر ہوئے جنکا اثر مجھپر اسقدر غالب ہوا اور مجھ میں اونکے فیوض کی ایسی تاثیر ہوئی کہ پوری کتاب کا مضمون دیباچہ کی شرح سے مجھپر ظاہر ہوگیا چنانچہ اُس کتاب کی ایسی شرح مولانا مؤیدالدین نے لکھی کہ کسی نے نہ لکھی ہوگی۔ اُسکی تحقیقات دیکھکر اُنکے علم کا حال کھلتا ہے آج تک سب لوگ اُسی شرح سے مدد لیتے ہیں اور مولانا کے کمال علمی پر تعجب کرتے ہیں +

حضرت باباکمال خجندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ عرصہ تک خدمت میں رہکر فیوض حاصل کرتے رہے جب مرتبۂ تکمیل و کمال کو پہونچے تو شیخ نے کہا کہ ہمارا ایک بہت ضروری اور مشکل کام ہے دیکھیں کون انجام دیتا ہے۔ باباکمال نے نہایت مستعدی سے اُسکے پورا کرنیکا ارادہ کرکے عرض کیا کہ بندہ حاضر ہے شیخ خوش ہوئے اور فرمایا کہ ترکستان جاؤ اور ہماری امانت پہونچا دو وہاں مولانا شمس الدین مفتی کا ایک کم عمر بیٹا ہے جا کر ہمارا یہ خرقہ اُسکو پہنا دینا جہانتک ہوسکے اُس عزیز کی تعلیم و تربیت اور ترقی میں دریغ نہ کرنا۔ یہانسے رخصت ہوکر بابا مفتی صاحب کے وطن میں پہونچے۔ شہر میں جارہے تھے کہ ایک جگہ لڑکے کھیل رہے تھے اُسی جگہ مفتی صاحب کے صاحبزادہ جنکا نام احمد مولانا تھا کھڑے تھے لیکن کھیلنے میں شریک نہ تھے بلکہ کھیلنے والوں کے کپڑوں کے پاس حفاظت کرتے تھے۔ باباکمال کو دیکھکر دوڑے اور لپٹ کر کہنے لگے کہ ہم دوسرونکے کپڑوں کی حفاظت کرتے ہیں آپ ہمارے کپڑے (یعنی خرقہ) کو محفوظ رکھئے۔ باباکمال رحمۃ اللہ نے انکو گلے سے لگالیا اور انکے مکان پر لیگئے انکے والد سے کہا کہ یہ لڑکا میرے پاس چھوڑ دیجیے مفتی صاحب نے

فرمایا کہ یہ لڑکا کچھ مجذوب سا ہے آپ کی خدمت اچھی طرح نہ کرسکے گا اسکا چھوٹا بھائی تیز اور سمجھدار ہے اُسکو اپنی خدمت میں رکھئے۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ خدا اُسکو بھی صاحب نصیب کرے مگر ہم تو مرشد کے کہنے سے اسی کیواسطے آئے ہیں غرض تھوڑے ہی عرصہ میں مولانا احمد مدارج باطنی طے کر کے اعلیٰ کمال پر پہونچگئے اور ہزاروں طالبان حق کو انسے فیض پہونچا۔ بابا کمال رحمہ اللہ بھی اپنے مرشد سے سرخرو ہوئے؀

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی

ابتدائے عمر سے تحصیل علوم میں مشغول رہے علم ظاہر حاصل ہونیکے بعد علوم باطنی کی طرف توجہ فرمائی اور جامع علم ظاہر و باطن ہونے کے بعد پندرہ برس برابر علوم دینیہ کے درس و تدریس اور فیض رسانی میں مصروف رہے۔ حج بیت اللہ کے ارادے سے وطن سے روانہ ہوئے اور زیارت حرمین سے مشرف ہو کر واپس ہوتے ہوئے بعض شہروں کی سیر کرتے ہوئے اور بہت سے بزرگوں کا حال دیکھتے ہوئے قسمت کی رسائی اور نصیب کی بلندی سے بغداد پہونچے بغداد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض انوار سے منور ہو رہا تھا مطلوب حقیقی کے ڈھونڈھنے والوں سے خانقاہ بھر رہی تھی یہ بھی وہاں پہونچے کئی روز ٹھہرے رہے اور تمام حالات کو دیکھکر بیعت ہوگئے اور جو کچھ فضل و کمال قسمت میں تھا وہ سب اسی جگہ سے ملا کچھ عرصہ خدمت میں رہے آخر اجازت حاصل ہونیکے بعد ہندوستان میں وطن آئے مدت تک یہاں فیض پہونچاتے رہے دور دور کے لوگ انکا نام اور شہرۂ فیض سُنکر دوڑے آتے تھے اور جو آتا تھا خالی نہ جاتا تھا۔ شیخ فخر الدین عراقی بھی در دولت پر پہونچے اور فیض صحبت سے مالامال ہو کر آپ کے ارشد خلفا میں شمار ہوئے (شیخ فخر الدین عراقیؒ کے حالات آئندہ مذکور ہوتے ہیں لہذا حاجت تفصیل کی نہیں) آپکی وفات کے بعد جانشین آپکے صاحبزادے شیخ

صدرالدین ملتانی ہوئے +

شیخ فخرالدین ابراہیم عراقی

ابتدائے عمر میں قرآن شریف پڑھا اور ایسی خوش آوازی سے پڑھتے کہ سُننے والے دل تھام کر رہجاتے اور جسوقت پڑھتے لوگوں کا ہجوم ہو جاتا۔ قرآن مجید کو پوری طرح محفوظ کر لینے کے بعد دیگر علوم کیطرف توجہ کی اور سترہ سال کی عمر میں اکثر علوم سے فراغت کر لی اسکے بعد دوسری حالت ہوگئی اور مطلوب حقیقی کی طلب میں شیخ زکریا ملتانی کی خدمت میں ہندوستان پہونچے۔ شیخ بہاءالدین زکریا ملتان میں اُسوقت نہایت باکمال اور مشہور شیخ وقت اور تصوف کے بڑے ماہر شخص تھے۔ شیخ فخرالدین کو بیعت میں لیکر انسے چلہ کشی شروع کرائی ابھی دس ہی روز گذرے تھے کہ شیخ پر وجد اور حال کا غلبہ ہوا۔ بار بار بآواز بلند اشعار پڑھتے اور اکثر ذوق وشوق میں اسکو پڑھا کرتے ؎ نخستیں بادہ کاندر جام کردند + بچشم مست ساقی وام کردند + چونکہ شیخ ملتانی کا طریقہ بالکل سکون اور سکوت کا تھا اور مراقبہ اور ذکر کے سوا کچھ ہوتا ہی نہ تھا اُنکے معتقد و مریدین اس قسم کے جہر و اظہار و اشعار خوانی کو بالکل ایک نئی بات اور اپنے طریقے کے خلاف سمجھتے تھے لہذا لوگوں نے شیخ ملتانی سے شکایت کی۔ شیخ نے فرمایا کہ چونکہ وہ بیخودی میں پڑھتے ہیں لہذا معذور ہیں لیکن تم لوگ نہ پڑھنا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد جب شیخ نے انکے بعض حالات دیکھے اور سمجھا کہ ضرورت زیادہ چلہ کشی کی نہیں ہے حجرہ کے دروازے پر جاکر آواز دی کہ میاں عراقی اُٹھو فخرالدین رحمۃ اللہ علیہ حجرہ سے باہر نکلکر مرشد کے قدموں پر گر پڑے شیخ نے ہاتھوں سے انکو اٹھایا اور اپنا جبہ و خرقہ نکالکر انکو پہنا دیا۔ پھر روز بروز عنایت زیادہ ہوتی گئی اور یہاں تک شفقت ہوئی کہ شیخ نے اپنی صاحبزادی کا عقد مولانا فخرالدین سے کر دیا انسے ایک لڑکا تولد ہوا جسکو شیخ کبیرالدین کہکر پکارتے تھے۔ پھر ہمیشہ یہ اپنے شیخ کی خدمت میں

مشغول رہے اور شیخ انپر نہایت توجہ فرماتے رہے آخر پچیس ۲۵ سال کی اس مبارک صحبت کے بعد جسکی نسبت مولانا فرماتے ہیں ؎ یک زمانہ صحبتے با اولیا ✣ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ✣ شیخ کو عالم بقا کا سفر پیش آیا۔ وفات سے پہلے انکو بلاکر پورے طور سے خلافت عطا فرمائی۔ آپ داخل جنت ہوگئے۔ شیخ کی روزافزوں عنایت اور عطائے خلافت سے بعض مریدان سے بہت برہم ہوئے اور حسد رکھنے لگے شاہ وقت سے شکایت کی کہ یہ شخص خوبصورت لوگوں کیطرف زیادہ میل رکھتا ہے اور جھوٹے سچے الزام لگاکر کہا کہ خلافت کے لائق یہ ہرگز نہیں انکو بھی خبر ملگئی اب ایسے حاسدوں کے مجمع میں رہنا پسند نہ کیا اور بعض معتقدین کو ساتھ لیکر یہاںسے چلے اور مبارک سفر حرمین شریفین کا قصد کیا اور ادائے حج وزیارت روضۂ منورہ سے فارغ ہوکر روم پہونچے اُس زمانہ میں شیخ صدر الدین قونیوی کا شہرہ تھا اور دور دور سے لوگ کسب کمال کے لئے حاضر ہوتے تھے گو شیخ فخر الدین خود بھی ایک کامل اور خلافت یافتہ سندی شیخ تھے لیکن انھوں نے اس شعر پر عمل کیا ؎ اے برادر بے نہایت درگہی است ✣ ہرچہ بروے میرسی بروے مایست ✣ اور شیخ کے حلقۂ فیض میں داخل ہوگئے شیخ صدر الدین ؒ تصوف کے بعض سبق بھی اپنے شاگردوں اور مریدونکو پڑھاتے تھے جسمیں وہ تصوف کے بہت باریک نکات اور پیچیدہ مسائل بیان کرتے تھے۔ شیخ فخر الدین سے زیادہ سمجھنے والا اور کون ہوسکتا تھا یہ غور سے سنتے اور یاد رکھتے اور خود بھی بعض مضامین تصوف کے متعلق لکھکر شیخ کو دکھلاتے شیخ بہت محظوظ ہوتے چونکہ شیخ فخر الدین اب دو بزرگان کامل کی شفقت سے ایک اعلیٰ رتبہ حاصل کرچکے تھے روم میں بھی انکے ہزاروں معتقد و مرید تھے۔ امیر معین الدین جو روم کے بڑے درجے کے رئیسوں میں تھے انسے نہایت عقیدت رکھتے تھے۔ ہر روز پاپیادہ شیخ کی ملاقات کو آتے ایک نہایت وسیع اور خوش وضع خانقاہ انکے لئے بنوائی جسمیں یہ مع اپنے تمام مریدوں

اور خادموں کے رہتے تھے۔ اس زمانہ میں شیخ پر عجیب حالت طاری تھی سماع کی مجلس بھی گرم رہتی تھی اور ذکر اللہ سے بھی خانقاہ گونجتی تھی۔ ایک قوال سے بھی بہت الفت تھی (جسکا نام حسن تھا) امیر معین الدین کی فرمائش سے وہ ہمیشہ وہیں رہتا اور غزل واشعار کا مشغلہ رہتا شیخ خود بھی اشعار کہتے اور پڑھواتے ایک مرتبہ شیخ کے اس شعر پر تمام مجلس میں عالم وجد طاری ہوگیا ؎ سازِ طرب عشق چہ دانی کہ ساز است ہو کز زخمہ او نہ فلک اندر تگ و تاز است ہو کئی سال تک قوال رہا آخر ایک روز شیخ کی عنایت و توجہ پاکر رخصت کی اجازت مانگ بیٹھا۔ گو شیخ کو قلق ہوا مگر اسکو رخصت کردیا۔ اس عرصہ میں شیخ کے صاحبزادے کبیر الدین جو شیخ زکریا کے نواسے تھے۔ ہندوستان سے والد کی خدمت میں آگئے تھے اور بہت کچھ فیوض و برکات اپنے کامل باپ سے حاصل کرچکے تھے۔ اب شیخ فخر الدین کو وصال شاہد حقیقی کا شوق ہوا بیٹے کو بہت سی جامع اور مفید نصیحتیں اور ضروری وصیتیں کرکے آٹھ ذیقعدہ ۶۸۸ھ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا شیخ محی الدین بن العربی قدس اللہ سرہ کے مزار مبارک کے قریب انکا مزار ہے۔ جب صاحبزادے کبیر الدین کی وفات ہوئی تو وہ بھی والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

حضرت شیخ اوحد الدین حامد الکرمانی رح

آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ ابتدائے عمر سے درویشی سے مناسبت اور دنیا سے یکسوئی تھی۔ شیخ رکن الدین سنجاسی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس حال وقال میں پہونچے اور ایسا اثر پڑا کہ بیعت ہوگئے۔ محنت مجاہدہ عبادت تو ان حضرات کا کام ہی تھا خدا تعالے نے برکت اور فضل فرمایا کمال اور تقرب کے درجے حاصل ہوئے۔ شیخ محی الدین بن العربی کی صحبت میں بھی کسیقدر رہے ہیں اور حضرت شیخ محی الدین نے اپنی بعض تصانیف میں انکا ذکر بھی کیا ہے۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ فرماتے ہیں کہ میں سنا کرتا تھا کہ

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اوحد الدین کو بدعتی فرمایا ہے مدت سے یہ بات دلمیں کھٹکتی تھی۔ ایکدفعہ حج کو جانے کا اتفاق ہوا منا میں قافلہ ٹھہرا ہوا تھا کہ لوگوں میں شہرت ہوئی کہ حضرت شیخ شہاب الدین کے بعض مرید بھی قافلہ میں ہیں۔ تلاش کرتا ہوا اُنکی خدمت میں پہونچا نہایت خلیق اور عمدہ آدمی تھے ادھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے میں نے ذکر کیا کہ سُنا ہے حضرت شیخ رحمہ اللہ اوحد الدین رحمہ اللہ کو بدعتی فرماتے تھے۔ وہ صاحب فرمانے لگے کہ بیشک۔ واقعہ درست ہے میں بھی اُسوقت موجود تھا اتفاقاً شیخ اوحد الدین کا ذکر آگیا شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے سامنے اوس بدعتی کا نام نہ لو دوسرے روز پھر بھی میں شیخ شہاب الدین کی مجلس میں موجود تھا مریدوں نے عرض کیا کہ یا حضرت جو کچھ آپ نے اوحد الدین کی نسبت فرمایا تھا اُسکو سُنکر شیخ اوحد الدین کہتے تھے کہ مجھکو یہی عزت کافی ہے شیخ نے زبان مبارک سے میرا نام تو لے لیا ؎

ما ساءنی ذکراک لی بمسیئۃ　　　بل سرنی انی خطرت ببالک

رنج کیسے ہو یہ سُنکر کہ بُرا کہتے ہو　＋　گو بُرا کہتے ہو پر نام تو لے لیتے ہو

یہ بات سنکر شیخ شہاب الدین نے اوحد الدین کے خلق کی تعریف فرمائی۔ فرحمۃ اللہ علیہما وعلی من احبہما ＋